

# تربیتِ اولاد کے اسلامی اصول

[الأردنية - أردو - Urdu]



شیخ محمد بن جمیل زینو - رحمۃ اللہ علیہ -



ترجمہ: حافظ خالد حیات محمود - حفظہ اللہ -

مراجعة: شفیق الرحمن ضیاء اللہ مدنی

ناشر: دفتر تعاون برائے دعوت و ارشاد، ربوہ، ریاض

مملکتِ سعودی عرب

# كيف نربّي أولادنا، وما هو واجب الآباء والأبناء؟

[الأردنية - أردو - Urdu]



الشيخ / محمد بن جميل زينو - رحمه الله -

﴿﴾

ترجمة: المحافظ خالد حيات محمود - حفظه الله -

مراجعة: شفيق الرحمن ضياء الله المدني

الناشر: مكتب توعية الجاليات بالربوة، الرياض

المملكة العربية السعودية

حدیثِ نبوی ہے:

(اتَّقُوا اللَّهَ وَاعْدِلُوا فِي أَوْلَادِكُمْ) (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

”اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل و انصاف سے کام لو“۔ (متفق علیہ)

## ہدیہ

- میں یہ کتابچہ ایسے والدین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جو اپنے بچوں کو سعادت مند بنانا چاہتے ہیں۔
- ایسے اساتذہ و معلمات کے نام ہدیہ کرتا ہوں جو اپنے شاگردوں کے لئے بہترین نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔
- ایسے طلباء و طالبات کے لئے خاص کرتا ہوں جو کامیابی سے ہمکنار ہونا چاہتے ہیں۔
- یہ کتابچہ والدین اور ان کے بچوں میں سے ہر ایک کی خدمت میں اس خواہش کے ساتھ پیش کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت میری اس حقیر سی کاوش کو اپنی رضا کا ذریعہ بنائے اور پڑھنے والوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

محمد بن جمیل زینو

دار الحدیث الخیر، مکہ مکرمہ

## عرضِ ناشر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسلام نے تربیتِ اولاد کے سلسلے میں جو زریں اصول و ضوابط پیش کئے ہیں اور والدین کو کتاب و سنت میں اسلامی تربیت کے سلسلے میں جو رہنمائی پیش کی گئی ہے وہ کسی بھی مذہب میں موجود نہیں ہے، یہ الگ بات ہے کہ ہم ان اسلامی اصول و ضوابط، اور ارشادات کو تربیتِ اولاد کے سلسلے میں اپنانے میں کہاں تک کامیاب ہیں اور کہاں تک ناکام ہیں۔

پیش نظر رسالہ ”کیفِ نربئی اولادنا“ عالم اسلام کی مشہور علمی شخصیت شیخ محمد بن جمیل زینو کی تالیفِ لطیف ہے جس میں تربیتِ اولاد کے سلسلے میں صحیح اسلامی خطوط کو پیش کیا گیا ہے، کتاب کی اہمیت کے پیش نظر اس کے متعدد تراجم ہو چکے ہیں، لیکن زیرِ نظر ترجمہ حافظ خالد حیات محمود۔ حفظہ اللہ۔ کا ہے جنہوں نے اسے سلیس و آسان اُردو قالب میں ڈھالا ہے۔

جامعہ تعلیم القرآن والحديث للبنات، گلشن آباد، گوجرانوالہ کے ناظم محمد صدیق کھوکھر حفظہ اللہ نے اس کتاب کو چند سال پہلے نشر کیا تھا، لیکن کتاب میں آیاتِ قرآنی کا مکمل حوالہ نہیں تھا، اسی طرح بعض املائی اور طباعتی غلطیاں تھیں، جس کی وجہ سے قارئین کو مطالعہ میں کافی مشقت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا، اور چونکہ تربیتِ اولاد کے سلسلہ میں نہایت

ہی اہم کتاب ہے، اور موجودہ دور میں اولاد کی بے راہ روی اور دین سے بیزاری عام ہے، لہذا بچوں کی دینی تربیت اور ان کو صحیح اسلامی خطوط پر لانے کے لئے اسلام ہاؤس ڈاٹ کام کے شعبہ ترجمہ و تالیف نے اردو ترجمہ کا مراجعہ و تصحیح کر کے دوبارہ بہترین زیور طباعت سے آراستہ کر کے ہدیہ قارئین کیا ہے۔

رب کریم سے دعا ہے کہ اس کتاب کو لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے، اس کے نفع کو عام کرے، والدین اور جملہ اساتذہ کرام کے لئے مغفرت و سامانِ آخرت بنائے، اور کتاب کے مولف، مترجم، مراجع، ناشر، اور تمام معاونین کی خدمات کو قبول کر کے ان سب کے حق میں صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

(طالبِ دعا: [abufaisalzia@yahoo.com](mailto:abufaisalzia@yahoo.com))

## عرضِ مترجم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين سيدنا محمد وعلى آله وصحبه  
اجمعين، وبعد!

چونکہ نیک اولاد کسی بھی انسان کے لئے بیش بہا قیمتی سرمایہ اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے  
گراں قدر عطیہ ہوتا ہے، اس لئے والدین کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ جہاں اپنے بچوں  
کی بہتر نشوونما کے لئے صحیح نگہداشت و پرورش کا سوچتے ہیں وہیں ان کو چاہئے کہ وہ  
بچوں کی درست خطوط پر تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں بھی اپنا بھرپور کردار ادا کریں  
، کیونکہ اگر آج ان پیارے اور لاڈلے بچوں کو پاکیزہ اخلاق اور نیک خصال سے آراستہ  
کر دیا جائے گا تو یقیناً آج کی یہ معصوم کلیاں مستقبل میں گلستانِ حیات کی خوبصورتی اور  
اس کی رونق کو دوبالا کرنے کا باعث ہوں گی، اور اگر خدا نخواستہ اپنے عیش کی دنیا کی فکر  
میں بدمست ہو کر ان کی تربیت کا معاملہ لاًأبالی پن کی نذر ہو گیا تو آنے والادان  
یقیناً والدین کے لئے بڑا اذیت ناک اور سوبانِ روح ہو گا۔

اپنی اولاد کی تربیت کے معاملہ میں سردمہری کا مظاہرہ کرنے والوں کو کل قیامت کے  
روز جو کرناک صورت حال پیش آسکتی ہے اس سے اہل ایمان کو محفوظ رکھنے کے لئے  
اللہ تعالیٰ نے پہلے سے آگاہ کر دیا ہے تاکہ وہ اپنی فکر کے ساتھ ساتھ اپنے اہل و عیال اور

اپنی آل اولاد کو عذاب الہی میں گرفتار ہونے اور دوزخ کا ایندھن بننے سے بچانے کی بھی فکر کر سکیں، ارشاد باری ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ [التحریم: ۶]

”اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر“ [سورہ تحریم: ۶]

اور اہل ایمان کی حالت یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کے بارے میں ایک لمحہ کے لئے بھی کسی طور پر غفلت کا شکار نہیں ہوتے، بلکہ وہ ہمیشہ اپنے متعلقین کی آخرت کی فکر میں لگے رہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی شیطان کی راہ کو اختیار نہ کرنے پائے۔ سورہ طور میں ہے کہ:

﴿قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ﴾ [الطور: ۲۶]

”کہیں گے کہ اس سے پہلے ہم اپنے گھر والوں کے درمیان بہت ڈرا کرتے تھے“۔ [سورہ طور: ۲۶]

اولاد کے بارے میں ان کی اسی بے قراری اور ان کے فکر و اندیشہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

جناب فضیلۃ الشیخ محمد بن جمیل زینورحمۃ اللہ علیہ کا بچوں کی تربیت کے سلسلے میں ”کیفِ نربی اولادنا“ نامی کتابچہ گو کہ بہت مختصر ہے لیکن اپنی افادیت کے اعتبار سے بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اسی جذبہ کے تحت ہم اس کا ترجمہ کر کے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ ان شاء اللہ العزیز! یہ کتابچہ جہاں اسلامی لٹریچر میں گراں قدر اضافہ کا باعث ہو گا وہیں بچوں کی اسلامی خطوط پر تربیت کے ضمن میں بھی اہم کردار ادا کرے گا۔

مترجم

حافظ خالد حیات محمود

مدیر عام: جامعہ تعلیم القرآن والحديث للبنات، گوجرانوالہ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ ، نَحْمَدُهُ ، وَنُسْتَعِينُهُ ، وَنُستَغْفِرُهُ ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهِ وَأَنْفُسِنَا  
وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ ، وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ . أَمَّا  
بعد :

بچوں کی تربیت کا مسئلہ اس لحاظ سے نہایت اہمیت کا حامل ہے کہ اس پر نہ صرف یہ کہ  
والدین اور بچوں میں سے ہر ایک کی تمام تر مصلحتوں اور منفعتوں کا انحصار ہے، بلکہ قوم  
و ملت کے لئے درخشاں مستقبل کے حصول کا بھی یہی ایک واحد و منفرد ذریعہ ہے۔  
تربیتِ اولاد کے انہی بے شمار مصالح کے پیش نظر جہاں اسلام نے اس کا خصوصیت کے  
ساتھ اہتمام کیا ہے وہاں یہ مسئلہ ان تمام علمائے تربیت اور معمارانِ اقوام کی خصوصی  
دلچسپی کا بھی موضوع رہا ہے جن کے آقا و سردار، مرثیٰ کبیر محمد کریم ﷺ کی ذاتِ  
اقدس ہے۔ اللہ بزرگ و برتر کی طرف سے آپ کی بعثت کا مقصد ہی یہی تھا کہ آپ ہر دو  
والدین اور بچوں کو علم و عرفان کی دولت سے مالا مال کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی اس  
طور پر رہنمائی فرمائیں کہ وہ دنیا و آخرت میں سعادت مندی و کامرانی سے بہرہ ور  
ہو سکیں۔

تربیت کے ضمن میں اسلام نے جس گہری دلچسپی کا اظہار کیا ہے اسی کا یہ اثر ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم (جس میں ہماری اصلاح و درستگی اور فلاح و کامیابی کے تمام اصول و ضوابط رکھ دیئے گئے ہیں) میں اللہ تعالیٰ نے ایسے قصص و واقعات کو بیان فرمایا ہے جن پر اگر غور کیا جائے تو وہ بچوں کی تربیت کے حوالہ سے نہایت مفید و کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں۔

قرآن حکیم کے بیان کردہ ان واقعات میں سے لقمان حکیم کا واقعہ ہے جس میں وہ اپنے بیٹے کو ایسی پر مغز اور نفع بخش نصیحتوں سے نوازتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں جو بچوں کی تربیت کے ضمن میں نہایت اہم اور ان کے لئے دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی کی بنیاد فراہم کرنے میں نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔

دوسری جانب رسول ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہوئے آپ دیکھیں گے کہ آپ بھی تربیتِ اولاد کی اہمیت کا گہرا احساس رکھنے کی وجہ سے اپنے چچا زاد بھائی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے دل میں عقیدہ توحید کی جڑوں کو ان کے عہد طفولیت سے ہی مضبوط و مستحکم کرنے کے لئے کوشاں نظر آتے ہیں۔

زیر نظر کتاب میں قاری کو یہ تمام چیزیں نہایت تفصیل کے ساتھ دیکھنے کا موقع ملے گا۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں والدین اور بچوں میں سے ہر ایک کے دوسرے پر عائد

ہونے والے ان حقوق و فرائض کو بھی مفصل طور پر بیان کر دیا گیا ہے جن کا ادا کرنا ان میں سے ہر ایک کے لئے ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ اس کتابچے کو قارئین کے لئے نفع بخش اور کارآمد ہونے کا اعزاز بخشنے کے علاوہ اسے محض اپنی رضا جوئی و خوشنودی کا بھی باعث بنائے۔  
آمین

محمد بن جمیل زینو

مکہ مکرمہ، سعودی عرب

## لقمانِ حکیم کی اپنے بیٹے کو پند و نصیحت

سورہ لقمان میں حق باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ [لقمان: ۱۳]

”اور جب کہ لقمان نے وعظ کہتے ہوئے اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرے پیارے بچے! اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔“ [سورہ لقمان: ۱۳]

اسکے بعد اللہ بزرگ و برتر نے لقمانِ حکیم کے الفاظ میں ان مفید و نفع بخش پند و نصائح کو یوں بیان فرمایا ہے:

۱- ﴿يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ [لقمان: ۱۳]

”اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھراؤ، بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔“ [سورہ لقمان: ۱۳]

یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی بجالانے میں کسی کو بھی اس کا ساتھی اور سا جھی بنانے سے بچو، اور اللہ کے سوا مردہ یا آنکھوں سے او جھل و پوشیدہ لوگوں سے دعائیں کرنا، ان کو پکارنا اور

ان سے فریاد کناں ہونا عبادت میں شرک کرنے کے زمرے میں آتا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے:

(الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ) ”یعنی دعا ہی عبادت ہے“ (اسے ترمذی نے روایت کر کے حسن صحیح کہا ہے) کہہ کر اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

اور جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ [الأنعام: ۸۲]

”وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ مخلوط نہیں کیا“ [سورہ انعام: ۸۲]

تو اس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اس آیت کا نزول نہایت شاق و گراں گذرا، چنانچہ انہوں نے رسول ﷺ کے سامنے پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: (أَيْنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ؟) ”یعنی ہم میں سے کون ہے جو اپنے آپ پر ظلم نہ کرتا“، تو اس کے جواب میں رسولِ دو جہاں ﷺ نے فرمایا:

(لَيْسَ ذَلِكَ، إِنَّمَا هُوَ الشِّرْكَ، أَلَمْ تَسْمَعُوا مَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ: يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ، إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ)

”یعنی یہ وہ عام ظلم نہیں ہے بلکہ اس (آیت میں مذکور لفظ ظلم) سے مراد تو صرف شرک ہی ہے، کیا تم نے لقمان کا وہ قول نہیں سنا جس میں وہ اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے کہتے ہیں: اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے۔“ (بخاری و مسلم)

۲- ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ﴾ [لقمان: ۱۴]

”ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر، (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے“ [سورہ لقمان: ۱۴]

دیکھئے تو ماں اپنے بچے کو کس قدر مشقت کے ساتھ اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے، جب کہ باپ بچے کے تمام اخراجات برداشت کرنے کی ذمہ داری کو نبھانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتا۔ اس وجہ سے والدین کا اپنے بچے پر یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کے ساتھ اپنے محسن والدین کے احسانات کا بھی شکر گزار ہو۔

۳ ﴿وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۗ وَصَاحِبَهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۗ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۗ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ [لقمان: ۱۵]

”اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہو، تمہارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے، تم جو کچھ کرتے ہو اس سے پھر میں تمہیں خبردار کروں گا“ [سورہ لقمان: ۱۵]

امام حافظ ابن کثیر اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(أَيُّ: إِنْ حَرَصَا عَلَيْكَ كُلَّ الْحَرْصِ عَلَىٰ أَنْ تُتَابِعَهُمَا عَلَىٰ دِينِهِمَا، فَلَا تَقْبَلْ مِنْهُمَا ذَلِكَ، وَلَا يَمْنَعَنَّكَ ذَلِكَ مِنْ أَنْ تُصَاحِبَهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا، أَيُّ: مُحْسِنًا إِلَيْهِمَا، وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ) (يَعْنِي: الْمُؤْمِنِينَ)

یعنی وہ تجھ کو اپنے دین کی اتباع پر مجبور کرنے کی غرض سے چاہے جس قدر بھی اصرار کریں ان کی اس بات کو کسی بھی صورت میں قبول نہ کر، اور یہ بات تجھ کو ان کے ساتھ دنیا میں اچھا برتاؤ کرنے سے کسی طور بھی مانع نہیں ہونی چاہیے، اور اہل ایمان کے طریقہ کی پیروی و اتباع برابر کرتے رہو۔

ہمارے خیال کے مطابق اس بات کی تائید تو نبی ﷺ کے مندرجہ ذیل فرمان سے بھی ہوتی ہے:

(لَا طَاعَةَ لِأَحَدٍ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ) (متفق علیہ)

”جس کام میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو اس میں کسی شخص کی بھی اطاعت جائز نہیں ہے، کیونکہ اطاعت و فرمانبرداری تو صرف نیکی کے کاموں میں ہی ہونی چاہئے۔“ (متفق علیہ)

۴۔ ﴿يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِنْتَقَالِ حَبَّةٍ مِّنْ حَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ﴾ [لقمان: ۱۶]

”اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو تمہارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے تم جو کچھ کرتے ہو اس سے پھر میں تمہیں خبردار کروں گا“ [سورہ لقمان: ۱۶]

(أَيُّ : إِنَّ الْمُظْلَمَةَ أَوْ الْحَطِيبَةَ لَوْ كَانَتْ مِثْقَالَ حَبَّةٍ [ مِنْ ] حَرْدَلٍ أَحْضَرَهَا اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِينَ يَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ ، وَجَازَى عَلَيْهَا إِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ ، وَإِنْ شَرًّا فَشَرٌّ)

”یعنی کوئی ظلم و زیادتی یا گناہ و لغزش خواہ وہ رائی کے دانے کے برابر ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز جس وقت عدل و انصاف کے ترازو قائم کرے گا اس کو حاضر کرے گا، پھر تو انین عدل کے عین مطابق جزا و سزا کا اہتمام فرمائے گا۔“



۵۔ ﴿يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ﴾ [لقمان: ۱۷]

”اے میرے بیٹے نماز قائم کرو۔“

اقامت نماز سے مراد نماز کے ارکان و واجبات کو پورے خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرنا ہے۔

۶۔ ﴿وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ [لقمان: ۱۷]

”اور نیکی کا حکم دو، اور برائی سے روکو۔“

اس کا حکیمانہ انداز میں نہایت پیار اور نرمی کے ساتھ سرانجام دینا ضروری ہے۔

۷۔ ﴿وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ﴾ [لقمان: ۱۷]

”اور جو مصیبت تمہیں پہنچے اس پر صبر کرو“ [سورہ لقمان: ۱۷]

لقمان حکیم نے اس وصیت سے پہلے اپنے بیٹے کو چونکہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی ہدایت کی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اس بات کا بھی بخوبی علم رکھتے تھے کہ جو شخص بھی نیکی کو پھیلانے کے لئے جدوجہد کرے گا، یا برائی کے خلاف برسرِ پیکار رہے گا اس کو مصائب و آلام سے ہر صورت میں نبرد آزما ہونا ہی پڑے گا، اس لئے انہوں نے موقع کی مناسبت سے پہلی وصیت کے ساتھ ہی صبر و تحمل سے کام لینے کی تلقین بھی فرمادی۔

نبی ﷺ کا بھی اس سلسلہ میں ارشاد ہے:

(الْمُؤْمِنُ الَّذِي يُخَالِطُ النَّاسَ، وَيَصْبِرُ عَلَىٰ أَذَاهُمْ خَيْرٌ مِنَ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلَىٰ أَذَاهُمْ) (أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَهٗ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ)

”یعنی وہ مومن جو لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی جانب سے پہنچنے والی تکالیف و پریشانیوں پر کبیدہ خاطر ہونے کی بجائے صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتا ہے وہ اس مومن سے بہتر ہے جو لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہے اور ان کی جانب سے پہنچنے والے رنج و الم پر صبر و تحمل کا مظاہرہ نہیں کرتا“ (ابن ماجہ نے اسے حسن سند سے روایت کیا ہے)۔

۸- ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ﴾ [لقمان: ۱۸]

”لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا“ [سورہ لقمان: ۱۸]

آیت کے اس حصہ کی تفسیر کرتے ہوئے امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

(لَا تُعْرِضُ بِوَجْهِكَ عَنِ النَّاسِ إِذَا كَلَّمْتَهُمْ أَوْ كَلَّمُوكَ ، اِحْتِقَارًا مِنْكَ لَهُمْ ، وَاسْتِكْبَارًا عَلَيْهِمْ وَلَكِنَّ أَلْنَ جَانِبَكَ ، وَابْسُطْ وَجْهَكَ إِلَيْهِمْ)

”یعنی ایسے وقت میں جب تم لوگوں کے ساتھ گفتگو کر رہے ہو یا وہ تمہارے ساتھ ہم کلام ہو رہے ہوں تو ان کو اپنے سے کم مرتبہ اور اپنے آپ کو ان سے اعلیٰ وارفع تصور

کرتے ہوئے ان سے روگردانی مت کیجئے، بلکہ ان کے لئے ہمیشہ اپنے دل میں نرم گوشہ اختیار کئے رکھئے، اور ان کے ساتھ خندہ پیشانی و کشادہ روئی سے پیش آتے رہیئے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: (تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ) (صحیح، رواہ الترمذی وغیرہ)۔

”یعنی تمہارا اپنے بھائی کے سامنے مسکرا دینا بھی تمہاری طرف سے صدقہ ہی ہے۔“

۹۔ ﴿وَلَا تَمْسِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا﴾ [لقمان: ۱۸]

”اور زمین پر اتر کر نہ چل“ [سورہ لقمان: ۱۸]

یعنی اترتے، ڈینگیں مارتے، شیخیاں بگھارتے اور غرور و سرکشی کے عالم میں حق و صداقت سے منہ پھیرتے ہوئے زمین پر مت چلو، اس قسم کا طرز عمل اختیار کرنے سے تمہیں باز رہنا چاہیئے، کیونکہ اگر تم اس قسم کے رویہ سے باز نہیں آؤ گے تو یہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی و نفرت کا باعث بن جائے گا، اس قسم کے طرز عمل میں پائی جانے والی برائیوں اور قباحتوں سے اپنے دامن کو بچائے رکھنے کی مزید تاکید کے لئے لقمان حکیم نے ساتھ ہی فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ [لقمان: ۱۹]

”بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے اور فخر کرنے والے کو کبھی پسند نہیں کرتا۔“

امام حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کے معانی کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”مختال“ سے مراد ہر وہ شخص ہے جو غرور، تکبر اور گھمنڈ میں مبتلا ہو۔

اور (فخوڑ) ایسے شخص کو کہتے ہیں جو اپنے آپ کو دوسروں پر فخر میں فوقیت و فضیلت دیتا ہو۔

۱۰۔ ﴿وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ﴾ [لقمان: ۱۹]

”اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر“ [سورہ لقمان: ۱۹]

یعنی چلتے ہوئے میانہ اور اوسط درجہ کی ایسی رفتار اختیار کیجئے جس میں قدم نہ تو آہستہ آہستہ، رُک رُک کر اٹھ رہے ہوں اور نہ ہی ان کے اٹھنے میں ضرورت سے زیادہ عجلت و تیزی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہو، بلکہ اس میں حد درجہ توازن و اعتدال ہونا چاہئے۔

۱۱۔ ﴿وَاعْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ﴾ [لقمان: ۱۹]

”اور اپنی آواز کو پست رکھو۔“

یعنی گفتگو کرتے وقت مبالغہ آرائی سے کام مت لو، اور بلا ضرورت کڑک کڑک کر باتیں نہ کرو، اس کردار کی برائی و قباحت کو بیان کرنے کے لئے لقمان علیہ السلام نے مزید کہا:

﴿إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ﴾ [لقمان: ۱۹]

”بے شک سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور مکروہ آواز گدھے کی آواز ہے۔“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں مذکورہ آیت کی تشریح کرتے ہوئے امام مجاہدؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

(إِنَّ أَقْبَحَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ، أَي : غَايَةُ مَنْ رَفَعَ صَوْتَهُ أَنَّهُ يُشَبَّهُ بِالْحَمِيرِ فِي عُلُوِّهِ وَرَفْعِهِ ، وَمَعَ هَذَا هُوَ بَغِيضٌ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى . وَهَذَا التَّشْبِيهُ فِي هَذَا بِالْحَمِيرِ يَفْتَضِي تَحْرِيمَهُ وَدَمَهُ غَايَةَ الدَّمِ)

”بے شک سب سے بھدسی اور بری آواز گدھوں کی آواز ہے، اور اپنی آواز کو بلا ضرورت بلند کرنے والے شخص سے متعلق زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جاسکتی ہے وہ یہی ہے کہ اس کو آواز کے بلند اور اونچا کرنے کی وجہ سے گدھوں سے تشبیہ دے دی جائے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں نہایت مبغوض اور غیر پسندیدہ انسان بھی ہے، اور گدھوں کے ساتھ ایسے شخص کو دی گئی تشبیہ کا تقاضا تو بہر حال یہی ہے کہ بلا ضرورت آواز کے بلند کرنے کو حرام اور انتہائی قابل مذمت طرز عمل کیا جائے۔“

اس کے علاوہ اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کے اس ارشادات گرامی بھی نہایت واضح ہیں:

(لَيْسَ لَنَا مِثْلُ السَّوْءِ، الَّذِي يَعُودُ فِي هَبْتِهِ كَالْكَلْبِ يَرْجِعُ فِي قَيْئِهِ) (صحیح البخاری، رقم: 2622)

”ہم مسلمان بری مثالوں کے مصداق نہیں ہیں، اپنے ہبہ کی طرف لوٹنے والا (کسی چیز کو عنایت کر کے پھر اس کی واپسی میں دلچسپی لینے والا) بالکل اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے کی طرف لوٹتا ہے (یعنی قے کرنے کے بعد اسے کھالیتا ہے)۔“

ب۔ (إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدَّيَكَةِ، فَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ، وَإِذَا سَمِعْتُمْ نَهْيَ الحَمِيرِ فَتَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِنَّهَا رَأَتْ شَيْطَانًا) (متفق علیہ)

”جب مرغ کی بانگ سنو تو اللہ سے اس کے فضل کا سوال کیا کرو، کیونکہ اس نے فرشتے کو دیکھا ہے اور جب گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ اس نے شیطان کو دیکھا ہے۔“ (دیکھئے تفسیر ابن کثیر، ج ۳/۴۶۶)۔<sup>(۱)</sup>

### مذکورہ آیات سے چند اہم مسائل کا استنباط

۱۔ باپ کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ اپنے بیٹے کو ایسی نصیحتوں سے نوازتا رہے جو اس کے لئے دنیا و آخرت میں نفع بخش، سود مند اور کار آمد ثابت ہو سکتی ہوں۔

(۱) امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا سَائِرًا﴾ کی تفسیر کے ضمن میں مذکورہ دونوں حدیثوں سے یہ استدلال کرنا چاہتے ہیں کہ اگر شریعت اسلامیہ میں کسی فعل، حرکت یا طرز عمل کو کسی فیج اور بُری چیز کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہو، یا اس کی تصویر کشی اس طرح کی جائے کہ وہ کسی برے اور مکروہ قسم کے منظر کی عکاسی پیش کر رہی ہو تو اس سے فعل، حرکت یا طرز عمل کے حرام و قابل مذمت ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ (مترجم)

۲۔ نصیحت کی ابتدا توحید پر قائم رہنے کی تلقین اور شرک سے بچنے کی تمبیہ سے ہونی چاہیے، کیونکہ اللہ کے ساتھ شرک اتنا بڑا ظلم ہے کہ وہ تمام اعمال کو غارت کر کے رکھ دیتا ہے۔

۳۔ اللہ رب العزت کی عطا کی ہوئی نعمتوں پر جس طرح اس کا شکر ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح والدین کے احسانات اور ان کی جانب سے ملنے والے پیار و محبت کے مقابلے میں اظہارِ تشکر کے طور پر ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اور ان سے خوشگوار تعلقات کو قائم و دائم رکھنا بھی ضروری ہے۔

۴۔ لیکن یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ سرورِ دو عالم ﷺ کے مندرجہ ذیل ارشاد گرامی کی روشنی میں والدین کی اطاعت و فرمانبرداری ہر اس کام میں واجب ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا احتمال نہ ہو چنانچہ اس سلسلہ میں فرمانِ نبوی ہے:

(لَا طَاعَةَ لِأَحَدٍ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ)

”اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت حلال نہیں ہے اطاعت صرف نیک کاموں میں ہے۔“ (صحیح بخاری)

۵۔ توحید پرست اہل ایمان کے طریقہ کی پیروی ضروری ہے، جب کہ بدعتیوں کے آثار اور ان کے طور طریقوں کی اتباع ناجائز و حرام ہے۔

۶۔ پوشیدہ اور ظاہر، ہر حالت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ نیکی چاہے کتنی معمولی ہی کیوں نہ ہو اسے کسی صورت میں بھی ہلکا خیال کر کے چھوڑنا نہیں چاہیے، اسی طرح کسی برائی کو چھوٹی برائی تصور کر کے اس کے اجتناب سے کوتاہی ہرگز نہیں برتنی چاہیے۔

۷۔ نماز کو مکمل یسویٰ کے ساتھ اس کے جملہ ارکان و واجبات سمیت ادا کرنا چاہیے۔

۸۔ دوسروں کو نیکی کی دعوت دینے اور انہیں برائی سے باز رکھنے کی کوشش نہایت ضروری ہے، اس کام کو جس قدر بھی علمی روشنی کی مدد سے اور لطف و پیار سے انجام دیا جائے گا اتنا ہی بہتر ہوگا۔ اس مسئلہ کی اہمیت کو سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

(مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا، فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ)۔ (مسلم)

”تم میں سے جو شخص کوئی بات خلاف شرع دیکھے، تو اسے اپنے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اس کو دل سے برا جانے، اور یہ ایمان کا سب سے معمولی درجہ ہے“۔ (صحیح مسلم)



۹۔ نیکی کا پرچار کرنے اور برائی سے دوسروں کو باز رکھنے والے شخص کو اپنے اس راستے میں جس قدر بھی نامساعد حالات اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے اسے اس پر صبر کرنا چاہیے، اور یہ بات یقیناً عزیمت کے کاموں میں سے ہے۔

۱۰۔ چال میں تکبر، فخر اور غرور کے انداز کو اختیار کرنا حرام ہے۔

۱۱۔ رفتار میں اعتدال و میانہ روی کا پایا جانا ضروری ہے، کیونکہ اسلامی نقطہ نگاہ سے رفتار نہ تو بہت زیادہ تیز ہونی چاہیے اور نہ ہی اسے حد درجہ سست روی کی وجہ سے مرل بنا دینا چاہیے۔

۱۲۔ ضرورت سے زیادہ آواز کو بلند کرنے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے، کیونکہ ایسا طرز عمل انسانوں کی عادات سے ملنے کے بجائے گدھوں کی عادات سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔

### محسن انسانیت ﷺ کی بچوں کو چند مفید نصیحتیں

امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حسن صحیح حدیث نقل کی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں سرور کائنات ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا تھا کہ آپ نے مجھے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: ”اے بچے! میں تمہیں کام کی چند باتیں سکھاتا ہوں:

۱۔ احْفَظْ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ

یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے احکام بجالاؤ اور اس کے منع کردہ کاموں کے ارتکاب سے بچو تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں تمہارا ہر طرح سے خیال رکھے گا۔

۲۔ احْفَظْ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ

یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کی حفاظت اور اس کے عائد کردہ حقوق کی ادائیگی کا پورا خیال رکھو تو اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کی اصلاح فرمائے گا اور تم اپنی مدد کے لئے اسے ہر آڑے وقت میں تائید و نصرت سمیت اپنے سامنے پاؤ گے۔

۳۔ إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعْنَتْ فَاسْتَعِنِ بِاللّٰهِ

جب تم کچھ مانگنا چاہو تو بس اللہ ہی سے مانگو، اور جب تم مدد طلب کرو تو صرف اللہ ہی سے مدد طلب کرو۔

اس سے مقصود یہ ہے کہ جب تمہیں دنیا و آخرت کے کاموں میں سے کسی کام سے متعلق مدد درکار ہو تو اس کے لئے تمہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے اپنے ہاتھوں کو پھیلانا چاہیے۔ اور خاص طور پر ایسے کاموں کے لئے تو صرف اور صرف اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے جن میں اس کے سوا کوئی بھی تعاون و مدد کرنے کی طاقت و قدرت نہیں رکھتا۔ جیسے کہ بیماری سے شفا اور رزق میں کشادگی کی خواہش و طلب وغیرہ کے

مسائل ہیں، کیونکہ ان مسائل کا تعلق ایسے امور کے ساتھ ہے جن کو اللہ رب العزت نے صرف اور صرف اپنی ذات کے ساتھ ہی خاص کر رکھا ہے۔

(امام نووی اور امام بیہقی رحمہما اللہ نے اس سے یہی معنی مراد لیا ہے)۔

۴۔ وَعَلِمَ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَىٰ أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ، وَلَوْ اجْتَمَعُوا عَلَىٰ أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ

اور اچھی طرح جان لو کہ اگر امت کے تمام افراد اکٹھے ہو کر تجھے کچھ فائدہ پہنچانا چاہیں تو تجھے صرف اسی چیز کا ہی فائدہ پہنچا سکیں گے جس کو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے پہلے سے لکھ رہا ہے۔ اور اگر وہ سارے تجھے کسی نقصان سے دوچار کرنے پر مل جائیں تو وہ تجھے صرف اسی چیز میں ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے پہلے سے مقدر کر رکھا ہے۔

۵۔ رُفِعَتْ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ (رواہ الترمذی، وقال: حسن صحیح)۔

قلم اٹھائے گئے ہیں اور اوراق خشک ہو چکے ہیں۔

لیکن اس سلسلہ میں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ ”توکل علی اللہ“ کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ انسان صرف یہ سوچ کر ہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے کہ چونکہ ہر

آدمی کا مقدر تو روزِ اوّل سے ہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے لکھا جا چکا ہے۔ اور اب جبکہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی کا بھی کوئی امکان نہیں ہے تو اس صورت میں اس کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے سامنے تسلیم و رضا کا پیکر بن جائے اور اپنے حالات کو مادی اسباب کے ذریعہ درست کرنے کے بجائے صرف اعتماد الہی کی بنیاد پر اپنی ہر قسم کی جدوجہد سے کنارہ کشی اختیار کر لے، بلکہ ”توکل علی اللہ“ کا مفہوم تو یہ ہے کہ ظاہری مادی اسباب کو اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات بزرگ و برتر پر اپنے اعتماد و بھروسہ کا بھرپور اظہار کیا جائے، کیونکہ سرورِ دو عالم ﷺ نے ایک اونٹنی کے مالک سے ارشاد فرمایا تھا: (اعقلها وَتَوَكَّلْ) یعنی پہلے اس کے زانو کو باندھو پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کا اظہار کرو۔ (امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کرتے ہوئے حسن کہا ہے)۔

جامع ترمذی کے علاوہ حدیث کی دوسری کتابوں میں مندرجہ ذیل نصیحتوں کا بھی اضافہ ہے:

٦- (تَعَرَّفْ إِلَى اللَّهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفَكَ فِي الشَّدَّةِ)

یعنی اگر خوش حالی و آسودگی کے ایام میں تم اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے بندوں کے حقوق کو بھی پورا کرنے کی پوری پوری کوشش کرتے رہو تو اللہ

تعالیٰ تمہاری نجات کی راہیں ایسے وقت میں وافرمائے گا جب تم ہر طرف سے بد حالی و در ماندگی میں گھر چکے ہو۔

۷۔ وَاعْلَمْ أَنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ، وَمَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ

اور خوب جان لو کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں محروم کر دیا ہے وہ چیز تمہیں کسی صورت بھی حاصل نہیں ہو سکے گی۔ اور اگر وہ تمہیں کسی چیز سے بہرہ مند کرنے کا ارادہ کر چکا ہے تو اس چیز کے تمہارے پاس پہنچنے میں کوئی شخص بھی کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کرنے کی قطعاً طاقت و ہمت نہیں رکھتا۔

۸۔ وَاعْلَمْ أَنَّ التَّصْرَمَ مَعَ الصَّبْرِ

اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت صرف صبر و تحمل اور برداشت کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

یعنی دشمن ہو یا نفسانی خواہشات و جذبات، دونوں کا سرکچلنے اور ان پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے تائیدِ الہی کے حصول کا واحد ذریعہ صبر و تحمل اور ثبات و برداشت ہی ہے۔

۹۔ وَأَنَّ الْفَرْجَ مَعَ الْكَرْبِ

اور بے شک ہر تنگی کے بعد کشادگی بھی ہے۔

یعنی اس بات کا یقین کر لو کہ اگر مومن مبتلائے رنج و الم ہوتا ہے تو اس کے بعد اسے مسرت و شادمانی کا دور دیکھنا بھی ضرور نصیب ہوتا ہے۔

۱۰۔ وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا

اور یقیناً ہر مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے۔

یعنی اگر مسلمان کو کبھی تنگی و عسرت کے ایک کھٹن مرحلہ سے گزرنا پڑتا ہے تو اسے اس کے بعد یقیناً سہولت و فراخی کے بھی کئی ایک مراحل میسر آئیں گے۔

### حدیث سے ماخوذ چند اہم فوائد

۱۔ سرورِ دو عالم ﷺ کی بچوں سے بے پناہ الفت و محبت کے اظہار کا بیان، اپنے چچا زاد بھائی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سواری پر بیٹھانا اور ان کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے پیار بھرے انداز میں ”یا غلام“ اے بچے! کہہ کر آواز دینا۔

۲۔ بچوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی تلقین اور اس کی نافرمانی کے ارتکاب سے بچنے کی تنبیہ کرتے رہنا یقیناً ان کو دنیا و آخرت میں سعادت مندی سے بہرہ ور کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔

۳۔ اگر کوئی بندہ مومن آسودگی و فراخی، صحت و تندرستی اور تو نگری و خوشحالی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق و فرائض کی ادائیگی کا خیال رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس

کے لیے ایسے حالات میں نجات کی راہیں کھول دے گا جب وہ ہر طرف سے شدائد و محن اور مصائب و آلام میں گھر چکا ہوگا۔

۴۔ والدین اور اساتذہ، دونوں کا فرض ہے کہ وہ بچوں کے دلوں میں عقیدہ توحید کو اس طور پر راسخ و مضبوط کر دیں کہ جب بھی ان کے دل میں کسی چیز کی طلب و خواہش پیدا ہو یا ان کو کسی معاملہ میں استعانت و مدد درکار ہو تو وہ اس کے لیے صرف اور صرف رب کائنات کے حضور ہی اپنے ہاتھوں کو پھیلائیں۔

۵۔ بچوں کے دلوں میں عقیدہ ایمان کو بھی نہایت مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کی ضرورت ہے اس سلسلے میں یہ بات ان کے علم میں لانی چاہیے کہ ایمان بالقدر (یعنی تقدیر پر ایمان لانا چاہے وہ تقدیر انسان کے حق میں اچھی ہو یا بری) ایمان کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔

۶۔ سرور کائنات ﷺ کے ارشاد گرامی (وَاعْلَمَنَّ أَنَّهُ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَأَنَّ الْفَرْجَ مَعَ الْكُرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا) ”یعنی خوب جان لو کہ اللہ کی تائید و نصرت صبر و تحمل کے ساتھ ہی حاصل ہو سکتی ہے، اور ہر تنگی کے بعد کشادگی ہے اور ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے“ کی روشنی میں بچوں کی تربیت ایسے طور پر ہونی چاہیے کہ وہ اپنے ہر کام کے نیک انجام سے متعلق پر امید ہوں کیونکہ اس طرح وہ صرف یہی نہیں کہ آنے والے دنوں کے خطرات کا مقابلہ نہایت شجاعت و جوانمردی اور قومی و ملی بھرپور

جذبوں کے ساتھ کرنے کے قابل ہو سکیں گے بلکہ ان کا وجود امتِ اسلامیہ کے لئے نہایت مفید و کارآمد بھی ثابت ہو گا۔

## ارکانِ اسلام

صحیح بخاری و صحیح مسلم کی روایت میں رسالت مآب ﷺ کا ارکانِ اسلام کے بارے میں ارشاد ہے:

بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ:

یعنی اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے:

۱- شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ

”اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جن کی اطاعت و فرمانبرداری اللہ تعالیٰ کے دین (اسلام) کے جملہ تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ضروری ہے۔

۲- وَإِقَامُ الصَّلَاةِ

نماز کو اس کے تمام ارکان اور واجبات سمیت پورے خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرنا ہے۔



### ۳۔ وَاِيتَاءِ الزَّكَاةِ

یعنی زکوٰۃ کو ادا کرنا، اور یہ زکوٰۃ مسلمان پر اس وقت واجب ہو جاتی ہے جب وہ ۸۵ گرام سونا (تقریباً سو اسات تولے) (۲) یا اس کے برابر نقد روپے کا مالک ہو جائے۔ اس صورت میں اس کو اڑھائی فیصد کے حساب سے سال گزرنے پر زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی، نقد روپے کے علاوہ جن جن چیزوں پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے ان کے نصاب کا تعین بھی اسلامی تعلیمات کے ذریعہ کر دیا گیا ہے۔

### ۴۔ وَحَجِّ الْبَيْتِ

یعنی بیت اللہ کا حج کرنا، اور یہ ہر اس مسلمان پر فرض ہو جاتا ہے جو مکہ مکرمہ میں اللہ کے گھر پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔

### ۵۔ وَصَوْمِ رَمَضَانَ

یعنی ماہِ رمضان کے روزے رکھنا، اور روزہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان روزے کی نیت سے طلوع فجر سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے پینے کے علاوہ روزہ کی دیگر تمام منافی چیزوں سے اپنے آپ کو باز رکھے۔

(۲) یہ مولف کی اپنی رائے ہے ورنہ بہت سارے علماء نے ۸۷ گرام یعنی ساڑھے سات تولہ ذکر کیا ہے واللہ اعلم۔ (م۔ر)۔

## ارکانِ ایمان

مسلم شریف کی روایت میں اركانِ ایمان کی تفصیل کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی اس طرح ہے:

۱- أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ:

یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پر تیرا ایمان لانے کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ جس طرح عبادت میں اپنا کوئی ساجھی یا شریک نہیں رکھتا اسی طرح وہ اپنی جملہ صفات میں بھی یگانہ و یکتا ہے۔

۲- وَمَلَائِكَتِهِ:

یعنی اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان لانا، یہ فرشتے نورانی مخلوق ہیں، جن کو حق تعالیٰ نے اپنے اوامر کی تنفیذ کا فریضہ سرانجام دینے کی خاطر پیدا فرمایا ہے۔

۳- وَكُتُبِهِ:

یعنی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان لانا، اور وہ کتابیں تورات، انجیل، زبور اور قرآن پاک کی صورت میں موجود ہیں، البتہ قرآن پاک کو ان تمام کتابوں میں افضل ترین کتاب ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

۴۔ وَرُسُلِهِ:

یعنی اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان لانا، سب سے پہلے رسول نوح علیہ السلام ہیں، جبکہ سب سے آخری پیغمبر جناب محمد ﷺ ہیں۔

۵۔ وَالتَّيْمُومِ الْآخِرِ:

یعنی آخرت کے دن پر ایمان لانا، اور یہ وہ دن ہے جس میں لوگوں کے اعمال کا جائزہ لیا جائے گا اور مکمل جانچ پڑتال کے بعد ان کو جزا یا سزا دی جائے گی۔

۶۔ وَتَوْمِينُ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ:

یعنی قضا و قدر پر راضی رہنا، چاہے وہ انسان کے حق میں بہتر ہو یا نہ ہو، کیونکہ کائنات میں جو کچھ بھی رونما ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت سے ہی رونما ہوتا ہے لیکن ماڈی اسباب کا اختیار کرنا اس ایمان کے ہرگز منافی نہیں ہے۔

## حق تعالیٰ عرش پر ہے

قرآن کریم، احادیث صحیحہ، عقل سلیم اور فطرت سلیمہ رب العزت کے عرش پر متمکن ہونے کی تائید کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى﴾ [طہ: ۵]

”رحمن عرش پر بلند ہے“ [سورہ طہ: ۵]

اس میں بلندی و ارتفاع کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ بخاری شریف میں بعض تابعین سے مذکورہ آیت کریمہ کا یہی معنی و مفہوم نقل کیا گیا ہے۔

۲۔ نبی کریم ﷺ نے ایک لونڈی سے پوچھا:

(أَيُّنَ اللَّهِ؟ فَقَالَتْ: فِي السَّمَاءِ، فَقَالَ: مَنْ أَنَا؟ فَقَالَتْ: أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْتَقَهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ) (رواه مسلم)

”اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: آسمان پر، آپ نے پوچھا میں کون ہوں؟ وہ کہنے لگے آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، آپ نے (اس کے آقا سے) کہا کہ اس کو آزاد کر دو، یہ ایماندار عورت ہے۔“ (اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

۳۔ نماز ادا کرنے والا جب سجدہ ریز ہوتا ہے تو اس وقت کہتا ہے (سبحان ربی الاعلیٰ) ”پاک ہے میرا رب بہت بلند“، اور جب نماز کے بعد دعا کرنا چاہتا ہے تو اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کرتا ہے۔

۴۔ بچوں سے اگر آپ پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے تو وہ فطرتِ سلیمہ کی بنیاد پر بے ساختہ جواب دیں گے کہ وہ آسمان پر ہے۔

۵۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ...﴾ [الأنعام: ۳]

یعنی ”وہ اللہ آسمانوں پر ہے“۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(إِتَّفَقَ الْمَفْسَّرُونَ عَلَى أَنَّ لَا نَقُولُ كَمَا تَقُولُ الْجَهْمِيَّةُ (فِرْقَةٌ ضَالَّةٌ) إِنَّ اللَّهَ فِي كُلِّ مَكَانٍ! تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يَقُولُونَ غُلُوبًا كَبِيرًا!!) (ومعنى في السَّمَاوَاتِ فِي السَّمَاوَاتِ) لَكِنَّ اللَّهَ مَعَنَا وَبِرَانَا، وَهُوَ فَوْقَ الْعَرْشِ)

”تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ ہم (اہل سنت) اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسا عقیدہ نہیں رکھتے جس طرح کا عقیدہ جہمیہ (ایک گمراہ فرقہ) رکھتے ہیں، جن کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) ہر جگہ موجود ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات جس قسم کی یہ لوگ باتیں کرتے ہیں ان سے بالا و برتر ہے) ان کے مقابلہ میں ہمارا (اہل سنت) کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہونے کے ساتھ ساتھ ہماری آوازوں کو سنتا، اور ہماری ہر حرکت کو دیکھتا ہے۔“

## نہایت دلچسپ واقعہ

(عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: (وَكَانَتْ لِي جَارِيَةٌ تَرَعَى عَنَّمَا لِي قَبْلَ أَحَدٍ وَالْجَوَانِيَّةِ، فَأَطْلَعْتُهَا ذَاتَ يَوْمٍ فَإِذَا ذَنْبٌ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ مِنْ عَنَمِهَا، وَأَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِي آدَمَ آسَفُ كَمَا يَأْسَفُونَ، لَكِنِّي صَكَّكْتُهَا صَكَّةً، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَظَّمَ ذَلِكَ عَلَيَّ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعْتَقُهَا؟ قَالَ: ((اِئْتِنِي بِهَا)) فَأَتَيْتُهُ بِهَا قَالَ: ((مَنْ أَنَا؟))، قَالَتْ: أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ، قَالَ: ((أَعْتَقَهَا فَإِنَّهَا مُؤَمَّنَةٌ)).

” معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میری ایک لونڈی تھی جو میری بکریوں کو ”اُحد و جوانیہ“ پہاڑوں کے پاس چرایا کرتی تھی، ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک بھیڑیا اس کی بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری کو اٹھائے جا رہا ہے، چونکہ میں بھی بنی آدم کا ایک فرد ہی ہوں، عام لوگوں کی طرح مجھے بھی غصہ آجاتا ہے، لہذا اس منظر کو دیکھ کر مجھ سے رہانہ گیا اور میں نے اس لونڈی کو ایک زوردار طمانچہ دے مارا، پھر میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت حاضر ہوا، آپ نے میری اس حرکت کو میرے لئے بہت بڑے گناہ کا موجب قرار دیا، میں نے کہا یا رسول اللہ! (ﷺ): کیا میں اس لونڈی کو آزاد نہ کر دوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ”اس کو میرے پاس لے کر آؤ“، تب آپ نے اس سے پوچھا: ”اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟“، اس نے جواب دیا۔ آسمان پر، آپ نے پھر پوچھا: ”میں کون ہوں؟“، اس نے جواب دیا: آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں: آپ نے

مجھے (مخاطب کر کے) فرمایا: ”یہ ایمان دار ہے اس کو آزاد کر دو“۔ (مسلم اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے، اور یہ لفظ مسلم کے ہیں)

### حدیث سے ماخوذ اہم فوائد

۱۔ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کا معمول تھا کہ ان کو جب بھی کوئی چھوٹی یا بڑی مشکل پیش آتی اس کے بارے میں حکم الہی کو جاننے کے لیے سرورِ دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

۲۔ مندرجہ ذیل فرمانِ الہی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہر قسم کے اختلافات کا فیصلہ کرانے کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کی طرف ہی رجوع کیا جائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [النساء: ۶۵]

”سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں اور کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں“ [سورہ نساء: ۶۵]

۳۔ رحمتِ دو عالم ﷺ پر آپ کے صحابی کا اپنی لونڈی کو مارنا اس قدر گراں گزرا کہ آپ نے ایسی حرکت پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے اسے بہت بڑے گناہ کا کام قرار دیا۔

۴۔ آزادی کے لئے غلام یا لونڈی کا صاحب ایمان ہونا ضروری ہے، کسی انسان کو کفر کی حالت پر قائم رہتے ہوئے آزادی دینا شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ رسول ﷺ نے لونڈی کے مالک کو اسے آزاد کرنے کی اجازت دینے سے قبل اس کے ایمان کو جانچنے کے لئے اس سے مختلف نوعیت کے کچھ سوالات پوچھے تھے۔ اور جب آپ نے جان لیا کہ وہ ایمان دار عورت ہے تو اس کے مالک کو اسے آزاد کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی اور اس سے یہ چیز خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ اگر وہ لونڈی کفر کی حالت پر ہی پائی جاتی تو یقیناً آپ ﷺ اس کی آزادی کے لیے حکم صادر نہ فرماتے۔

۵۔ کسی کے ایمان کو جانچتے وقت توحید باری تعالیٰ کے بارے میں ضرور سوالات پوچھنے چاہئیں، اور یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے اپنے عرش پر بلند ہونے کا مسئلہ توحید سے متعلقہ ان اہم مسائل میں سے ہے جن کا جاننا نہایت ضروری ہے۔

۶۔ آین اللہ؟ (اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟) کے الفاظ کے ساتھ سوال کرنا جائز ہے، چونکہ نبی رحمت ﷺ نے انہی الفاظ کے ساتھ لونڈی سے سوال کیا تھا اس لئے سوال کے اس انداز کو سنتِ طریقہ کی حیثیت حاصل ہے۔



۷۔ آئن اللہ؟ (اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟) کے الفاظ کے ساتھ پوچھے گئے سوال کے جواب میں (فی السماء) ”آسمان پر ہے“ کے الفاظ کے ساتھ جواب دینا درست ہے، کیونکہ رسالت مآب ﷺ کے سوال (آئن اللہ) کے جواب میں جب لونڈی نے مذکورہ الفاظ (فی السماء) کے ساتھ جواب دیا تو آپ نے اس کے جواب کو رد نہ فرما کر اس کے جواب کی درستگی کی تصدیق فرمادی تھی۔

اس کے علاوہ (فی السماء) کے الفاظ کے ساتھ جواب دینا قرآن مجید کے اس بیان کے بھی عین مطابق ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں (فی السماء) ”آسمان پر ہے“ کے الفاظ ہی پائے جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَأَمِنْتُمْ مَّن فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ﴾ [الملک: ۱۶]

”کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ آسمانوں والا تمہیں زمین میں دھنسا دے اور اچانک زمین لرزے لگے۔“ [سورہ ملک: ۱۶]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (من فی السماء) ”وہ جو آسمان پر ہے“ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (ہو اللہ) یعنی وہ جو آسمان پر ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔

۸۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ایمان کی صحت و درستگی سرورِ دو عالم جناب محمد ﷺ کی رسالت کی صداقت کو تسلیم کرنے بغیر ممکن ہی نہیں۔

۹۔ یہ اعتقاد کہ ”اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے“ صحت ایمان کی دلیل ہے، اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسا اعتقاد رکھنا ہر مومن کے لیے صحت ایمان کے پیش نظر ضروری بھی ہے۔

۱۰۔ اس حدیث میں ایسے شخص کے غلط نظریے کا رد بھی پایا جاتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے، کیونکہ اس سلسلہ میں حق بات یہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی جو معیت و ہمراہی حاصل ہے وہ اس ذات کی ساتھ نہیں بلکہ اس کے علم کے ساتھ ہے۔

۱۱۔ سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا لونڈی کو بلا کر اس کے ایمان کی پرکھ کے لیے اس سے بعض سوالات پوچھنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا علم (لونڈی کے ایمان کا علم) نہ رکھتے تھے۔ اس سے ان صوفیاء کا بھی رد ہو جاتا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا علم رکھتے تھے۔

## رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی والدین اور بچوں کے نام چند اہم ہدایات

رسالت مآب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے:

(كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ فِي أَهْلِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْحَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ

رَعِيَّتِهِ، قَالَ: فَسَمِعْتُ هَوْلَاءَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَحْسِبُ  
التِّي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَالرَّجُلُ فِي مَالِ أَبِيهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ  
رَعِيَّتِهِ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ

”تم میں سے ہر فرد ایک طرح کا حاکم ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہو گا۔ پس بادشاہ حاکم ہی ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہو گا۔ ہر انسان اپنے گھر کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔“ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۴۰۹)

۲۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آقائے دو جہاں صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

(أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلْقَكَ) کہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تو کسی کو اللہ تعالیٰ کا مد مقابل ٹھہرائے حالانکہ اسی ذات حق نے تجھے وجود بخشا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد پھر کون سا گناہ بڑا گناہ ہو گا؟ آپ نے فرمایا:

(أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشِيَّةً أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ) کہ تو اپنے بچے کو محض اس خوف کی وجہ سے قتل کر دے کہ وہ تیرے ساتھ مل کر کھائے گا (اور تو سوچتا ہے کہ میں تنگدستی کی وجہ سے اسے کہاں سے کھلاؤں گا)

میں نے پھر استفسار کیا کہ اس کے بعد پھر کون سا گناہ سب سے بڑا ہوگا؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

(أَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيلَةِ جَارِكَ)

کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ فحاشی کا ارتکاب کرے۔

۳۔ نبی رحمت ﷺ کا ارشاد ہے:

(اتَّقُوا اللَّهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ)

”اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان ہر طرح سے (مال و متاع کی تقسیم، عطیات و ہبات وغیرہ کی عنایت و بخشش میں) عدل و انصاف کو قائم کرو۔“

۴۔ سرورِ دو جہاں ﷺ فرماتے ہیں:

(كُلُّ مَوْلُودٍ يُوَلَّدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ، أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، كَمَثَلِ الْبَيْهِمَةِ تَنْتَبِجُ الْبَيْهِمَةَ، هَلْ تَرَى فِيهَا جَدْعَاءَ؟)

”ہر بچہ فطرتِ سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین ہی اس کو یہودی، یا نصرانی، یا مجوسی بنا ڈالتے ہیں، جس طرح کہ ایک چوپایہ پیدائش کے وقت صحیح و سلامت اور کامل الخلق چوپائے کو ہی جنم دیتا ہے (پھر اس کے بعد ہی اس کے کان کو کاٹا جاتا ہے) کیا تو نے ان جانوروں میں کوئی ایسا جانور بھی دیکھا ہے جو کان کٹا ہی پیدا ہوا ہو؟ (ایسا ہرگز نہیں ہوتا بلکہ کان کو پیدائش کے بعد ہی کاٹا جاتا ہے)۔“ (صحیح بخاری)

۵۔ نبی رحمت ﷺ کا فرمان ہے:

(مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ قَيْلًا، يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: "يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ")

”آدمی کا اپنے والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے، پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! آدمی اپنے والدین کو کیسے لعن طعن کر سکتا ہے؟ فرمایا: وہ اس طرح کہ جب وہ کسی دوسرے آدمی کے باپ کو گالی دے گا تو وہ بھی جواب میں اس کے باپ کو گالی دے گا، اسی طرح جب وہ دوسرے کے ماں کو برا بھلا کہے گا تو وہ بھی جواب میں اس کی ماں کو برا بھلا ہی کہے گا۔“

۶۔ ایک آدمی نے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ) میرے حسن سلوک کا لوگوں میں سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ نے جواب دیا: (آنک) ”تیری ماں“ اس آدمی نے دوبارہ عرض کیا: پھر کون

ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: (آنک) ”تیری ماں ہے“ اس نے سہ بارہ پوچھا پھر کون ہے؟ آپ نے فرمایا: (آنک) ”تیری ماں ہے“ اس نے چوتھی مرتبہ پھر آپ کی خدمت میں عرض کیا: پھر کون ہے؟ آپ نے جواب دیا: (آبوک) ”تیرا باپ ہے“ (بخاری و مسلم)۔

### والدین اور استاد کی ذمہ داری

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ [التحریم: ۶]

”اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔“ [سورہ تحریم: ۶]

ماں، باپ، استاد اور سوسائٹی کا ہر فرد اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے نسل انسانی کی تربیت کے بارے میں جواب دہ ہے، ان لوگوں نے اگر نسل انسانی کو حسن تربیت سے آراستہ کر دیا ہو گا تو اس کی سعادت مندی کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کو بھی دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل ہو جائے گی اور اگر اس کی تربیت کے سلسلہ میں ذرہ برابر بھی ان کی جانب سے کسی قسم کی کوتاہی کا ارتکاب ہو گا تو نسل انسانی کی شقاوت و بد بختی کا بوجھ ان سب کی گردنوں پر ہو گا یہی وہ بات ہے جس کو حدیث شریف میں یو بیان کیا گیا ہے:

(كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ) (متفق علیہ)

”تم میں سے ہر ایک ذمہ دار و نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی۔“ (متفق علیہ)

پس وہ شخص جس نے اپنے آپ کو دوسروں کی تعلیم و تربیت پر لگا رکھا ہے اس کے لیے رسول ﷺ کے اس فرمان میں بشارت و خوشخبری کی نوید ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:

(قَوْلَ اللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ مُحَمَّدُ النَّعَمِ)

”اللہ کی قسم! اگر تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دیدے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں (کی دولت) سے بہتر ہے۔“ (اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے) اور والدین کے لیے بھی رسول ﷺ کی مندرجہ ذیل صحیح حدیث میں بشارت سنائی گئی ہے:

(إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ، صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ، وَعِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهِ، وَوَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهُ)

”جب انسان کو موت آتی ہے تو ہر قسم کے عمل کا تعلق اس سے کٹ جاتا ہے، مگر تین قسم کے اعمال ایسے ہیں جن سے اس کو برابر ثواب پہنچتا رہتا ہے اور وہ یہ ہیں:

۱۔ صدقہ جاریہ

۲۔ علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں

۳۔ نیک اولاد جو اس کے لئے دعائے خیر کرتی رہے۔“

اور دوسروں کی تربیت کے فریضہ کو سرانجام دینے والوں کو چاہیے کہ وہ سب سے پہلے اس اصلاحی کام کی ابتدا اپنے آپ سے کریں۔ اس لئے کہ بچوں کی نظر میں اچھائی صرف وہ ہے جس کو والدین اور اساتذہ سرانجام دیتے ہیں اور ہر وہ چیز ان کی نگاہ میں گھٹیا ہے جس کے ارتکاب سے والدین اور اساتذہ احتراز کرتے ہیں اور بلاشبہ استاد اور والدین کا بچوں کے سامنے اعلیٰ کردار پیش کرنا ان کی تربیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

### تعلیم و تربیت کے چند بنیادی اصول

بچوں کی تربیت کے ضمن میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیے:

۱۔ بچے کو چھوٹی عمر میں ہی کلمہ لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ کی صحیح ادائیگی کی تعلیم دینی چاہیے اور جب اس کی عمر بڑی ہو جائے تو مذکورہ کلمہ طیبہ کا یہ معنی و مفہوم اس کے ذہن نشین کرانا چاہیے کہ ”اللہ کے سوا کائنات میں کوئی سچا معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔“



۲۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے ساتھ ایمان کے بیچ کو بچپن ہی سے بچنے کے دل میں بو دینا چاہیے اور یہ بات اس کے ذہن میں بیٹھادی جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جو صرف اکیلا بغیر کسی معاون کے ہمیں پیدا کرنے والا، ہمارا روزی رساں اور پیش آنے والی مشکلات میں ہماری مدد فرمانے والا ہے۔

۳۔ بچوں کے دل میں جنت کے حصول کا شوق پیدا کرنا نہایت ضروری ہے اور اس سلسلے میں ان کو یہ بتایا جائے کہ جنت صرف اس کو ملے گی جو نماز ادا کرے، روزہ رکھے اور اپنے والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اور ہر وہ کام بجالائے جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہوں۔

اسی طرح ان کے دلوں میں جہنم کی آگ کی ہولناکیوں اور وحشتوں کا بھی خوف پیدا کرنا ضروری ہے اور یہ بات ان کے علم میں لانی چاہیے کہ جہنم میں صرف وہ شخص ہی جھونکا جائے گا جو نماز کی ادائیگی سے غفلت کا شکار ہو۔ والدین کی نافرمانی کی، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو مول لیا، اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کو چھوڑ کر انسانوں کے وضع کردہ نظاموں سے رہنمائی حاصل کی اور دھوکا، جھوٹ، سود اور دیگر ناجائز ذرائع سے لوگوں کے مالوں کو ہڑپ کیا۔

۴۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچیرے بھائی کو تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

(إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ)

”جب تم کوئی چیز مانگو تو صرف اللہ سے مانگو، جب تو مدد چاہو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو۔“ (اسے ترمذی نے روایت کر کے حسن صحیح کہا ہے)

مندرجہ بالا حدیث کے مطابق بچوں کو اس بات کی تعلیم دینی چاہیے کہ وہ اپنی تمام ضروریات اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی پیش کریں اور مشکلات میں پھنس جانے کی صورت میں صرف اسی کے حضور اپنے ہاتھ پھیلائیں۔

### نماز کی تعلیم و تربیت

۱۔ لڑکا ہو یا لڑکی دونوں کے لیے نماز کی تعلیم و تربیت کی ابتدا بچپن ہی سے کر دینی چاہیے تاکہ وہ بڑے ہو کر نماز کو پابندی کے ساتھ ادا کرنے کے عادی بن سکیں، یہ وہ بات ہے جس کو نبی اکرم ﷺ نے ایک صحیح حدیث میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

(عَلَّمُوا أَوْلَادَكُمْ الصَّلَاةَ إِذَا بَلَغُوا سَبْعًا، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا إِذَا بَلَغُوا عَشْرًا، وَفَرَّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ) (صحیح، رواہ أحمد)

”تمہارے بچے جب سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کو نماز پڑھنا سکھاؤ، اور دس سال کی عمر کو پہنچ کر اگر وہ نماز میں کوتاہی برتیں تو ان پر سختی کرو اور عمر کے اس حصہ کو پہنچنے کے بعد ان کی خواب گاہیں الگ کر دو۔“ (اسے احمد نے روایت کیا ہے، اور یہ صحیح ہے)

اس سلسلہ میں خاطر خواہ نتائج حاصل کرنے کے لیے والدین اور استاد کو چاہیے کہ وہ بچوں کے سامنے وضو کر کے نماز ادا کریں تاکہ بچے ان کو دیکھ کر وضو کرنے اور نماز پڑھنے کے صحیح طریقہ سے واقف ہو سکیں۔

اس کے علاوہ والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کو اپنے ساتھ مسجد میں لے جایا کریں اور گھر میں احکام نماز پر مشتمل کوئی کتاب لاکر رکھیں جس کے پڑھنے کا انہیں برابر شوق دلاتے رہیں تاکہ اس کتاب کے مطالعہ سے گھر کے تمام افراد نماز کے احکام سے متعلق ضروری معلومات حاصل کر سکیں۔

اور یاد رکھیں کہ نماز کی تعلیم کے ضمن میں والدین یا استاد کی طرف سے جو بھی کوتاہی سرزد ہوگی اس سے متعلق ان کو بہر حال اللہ بزرگ و برتر کے ہاں جواب دینا ہوگا۔

۲۔ بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دینا بھی ضروری ہے، چونکہ قرآن پاک کی تلاوت نماز میں کی جاتی ہے اس لیے ابتدا میں سورہ فاتحہ کے ساتھ چھوٹی چھوٹی اور تشہد (التحیات للہ) بچوں کو زبانی یاد کروانا چاہیے، بچوں کے لیے کسی ایسے ٹیوٹر کا اہتمام بھی کرنا چاہیے جس سے وہ تجوید، حفظ قرآن اور حدیث شریف کی تعلیم حاصل کر سکیں۔

۳۔ نماز جمعہ اور دوسری تمام نمازوں کو مسجد میں مردوں کی صف سے پچھلی صف میں کھڑے ہو کر ادا کرنے کا شوق بچوں کے دلوں میں پیدا کرنا چاہیے اور اگر کبھی کبھار ان سے کوئی کوتاہی ہو جائے تو ڈانٹ ڈپٹ اور سختی کا مظاہرہ کر کے ان کو ذہنی اذیت میں

بتلا کرنے کی نہایت شفقت و محبت کے ساتھ ان کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کی جانی چاہیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ ہماری سختی کے نتیجہ میں وہ سرے سے نماز پڑھنا ہی چھوڑ دیں اور ہم ثواب کی امید رکھے رکھے الٹا گنہگار ٹھہر جائیں۔ اگر ہم ایسے موقع پر اپنے بچپن کے زمانہ میں کھیل کود کے شوق کو یاد کر لیا کریں تو ان بچوں کے عذر کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی۔

۴۔ سات سال کی عمر سے ہی بچوں کو روزہ رکھنے کی عادت ڈالنی چاہیے تاکہ جب وہ بلوغت کی عمر کو پہنچیں تو روزہ ان کی معمول کی زندگی کا حصہ بن چکا ہو۔

### محرمات سے بچنے کی تلقین

بچوں کو کفر کے ارتکاب، گالی گلوچ، لعن طعن، بکواس اور فضول و گھٹیا قسم کی گفتگو کرنے سے خبردار کرتے رہنا چاہیے اور نہایت شفقت و پیار کے انداز میں ان کو یہ باور کرانا چاہیے کہ کفر کا راستہ انسان کے لیے تباہی و بربادی کا راستہ ہے۔ یہ اس کو جہنم تک پہنچا کر ہی دم لیتا ہے، ہم بڑوں کو بھی چاہیے کہ ہم ان کے سامنے اپنی زبان کا استعمال نہایت محتاط انداز سے کریں تاکہ ہماری شخصیت ان کے لیے ایک مثالی انسان کی حیثیت اختیار کر سکے۔

۲۔ ہر وہ کھیل جسے جوئے کی مختلف شکلوں میں کھیلا جاتا ہے اس کے انجام بد سے بچوں کو آگاہ کرنا چاہیے، خواہ یہ کھیل ”لاٹری“ کی شکل میں ہو یا ”کیرم بورڈ“ کی شکل میں، اور

چاہے یہ کھیل محض تفریح طبع اور وقت گزاری کے لیے ہی کیوں نہ کھیلا جا رہا ہو اس لئے کہ ایسے کھیل کی ابتدا تو شاید دل بہلانے کی غرض سے ہو لیکن آخر کار اس سے ان کو باقاعدہ شرطیں لگا کر جو اکیلے کی عادت بھی پڑ سکتی ہے اور جو ایسا برا کھیل ہے جو آپس میں دشمنیوں کو جنم دیتا ہے اور انسانی زندگی کو تباہی کے دہانے پر لاکھڑا کرتا ہے۔ جوئے کا یہ کھیل مال اور وقت کے ضیاع کا باعث بھی ہوتا ہے یہاں تک کہ نمازیں بھی اس کی نذر ہو جاتی ہیں۔

۳۔ فحش، جنسی لٹریچر اور جاسوسی ناولوں کے پڑھنے، عریاں تصاویر سے لطف اندوز ہونے سے بچوں کو سختی سے روکنا چاہیے، یہی نہیں بلکہ ان کو اخلاق باختہ قسم کی فلموں کو سینما گھروں میں جا کر یا ٹی وی پر دیکھنے سے بھی باز کرنا چاہیے، کیونکہ اس سے ان کے اخلاق پر منفی اثرات مرتب ہوں گے اور ان کا مستقبل تباہ و برباد ہو جائے گا۔

۴۔ بچے کو سگریٹ نوشی کے اثراتِ بد سے بھی آگاہ کرنا چاہیے اور یہ بات اس کو ذہن نشین کرانی چاہیے کہ دنیا بھر کے حکماء اور اطباء اس بات پر متفق ہیں کہ سگریٹ نوشی انسانی جسم کے لیے نقصان دہ ہے اس عادت سے جسم کینسر جیسی مہلک بیماری سے دوچار ہو جاتا ہے۔ اس سے دانتوں کی بیماریاں بھی جنم لیتی ہیں اور ہر وقت منہ سے بدبو اٹھتی رہتی ہے۔ سگریٹ نوشی کی وجہ سے سینے کا اندرونی نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے اور جب سگریٹ نوشی کا سرے سے کوئی فائدہ ہی نہیں، بلکہ اس کا وجود انسانی زندگی کے

لیے سراسر نقصان ہی کا باعث بنتا ہے تو اس کا استعمال کرنا اور بیچنا حرام ٹھہرتا ہے۔ سگریٹ نوشی سے روکنے کے ساتھ ساتھ بچوں کو پھل فروٹ اور دیگر اچھی اچھی خوش ذائقہ مفید چیزیں استعمال میں لانے کی ضرورت پر زور دینا چاہیے۔

۵۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم بچوں کو قوی و عملی اعتبار سے سچائی کا عادی بنائیں اور اس کے لیے ضروری ہوگا کہ ہم ان کے ساتھ ہنسی و مذاق کے انداز میں بھی جھوٹ بولنے سے گریز کریں چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے:

(مَنْ قَالَ لِصَبِيٍّ: تَعَالَ هَاكَ (خُذْ)، ثُمَّ لَمْ يُعْطِهِ شَيْئًا، فَهِيَ كِذْبَةٌ) (صحیح، رواہ أحمد)

”جس نے بچے کو کوئی چیز دینے کا بہانہ کر کے بلایا اور پھر وہ چیز اس کو نہ دی تو اس کا یہ عمل اس کے اعمال نامہ میں جھوٹ کے طور پر لکھا جائے گا۔“ (اسے احمد نے روایت کیا ہے، اور یہ حدیث صحیح ہے)

۶۔ رشوت، سود، چوری اور دھوکا دہی کے ذریعہ کمائے ہوئے حرام مال سے اپنی اولاد کا پیٹ بھرنے سے ہمیں ہر صورت میں احتراز کرنا ہوگا ایسی خوراک ان کی شقاوت و بد بختی کا جہاں باعث بنے گی وہاں ان میں نافرمانی و سرکشی کے جراثیم کو بھی جنم دے گی۔

۷۔ کسی صورت میں بھی بچوں کے لیے اپنی زبان سے ان کے تباہ و برباد ہونے یا غیظ و غضب کا نشانہ بننے کے لیے بددعا نہ کریں، اس لیے کہ کوئی گھڑی ایسی بھی ہوتی ہے جس میں جو بھی دعایا بددعا کی جاتی ہے اس کو اللہ تعالیٰ فوراً قبول فرما لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس قسم کا رویہ بچوں کو مزید گمراہی و سرکشی کے رستے پر دھکیل دیتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم ایسے حالات میں ان کے لیے بددعا کرنے کی بجائے ان کے حق میں یہ دعائیہ کلمات کہیں:

(أَصْلَحَكَ اللَّهُ) یعنی اللہ کرے کہ تو راہِ راست پر آجائے۔

۸۔ بچوں کو شرک باللہ کے مہلک اثرات سے بھی خبردار کرنا چاہیے اور ان کو بتانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر فوت شدہ لوگوں کے سامنے اپنی حاجات کے لیے التجائیں کرنا اور مشکلات سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے کیونکہ وہ تمام لوگ جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا پکارا جاتا ہے وہ محض اللہ کے بندے ہیں اور وہ نفع و نقصان کے قطعاً مالک نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا

مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ [یونس: ۱۰۶]

”اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے۔ پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے“ [سورہ یونس: ۱۰۶]

## حجاب و ستر پوشی

۱۔ لڑکی کو بچپن ہی سے اپنے جسم کو ڈھانپ کر رکھنے کی تلقین کرنا ضروری ہے تاکہ بلوغت کی عمر کو پہنچنے تک وہ ساتر لباس پہننے کی عادی ہو چکی ہو۔ والدین کو چاہیے کہ ان کو چھوٹی عمر ہی سے تنگ و مختصر قسم کا لباس پہنانے سے گریز کریں اور شرٹ و پتلون پر مشتمل لباس ان کو ہرگز لا کر نہ دیں۔ اس لئے کہ ایسا لباس مردوں کے لباس سے ملتا جلتا ہے اور مزید برآں نوجوان طبقہ کے بگاڑ اور فساد کا بھی باعث بنتا ہے اور بچی جب سات سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اسے دوپٹہ یا رومال وغیرہ سے سر کو ڈھانپ کر رکھنے کی تلقین کرنی چاہیے اور جو نہی وہ بلوغت کی عمر کو پہنچے تو اسے اپنے چہرہ کو چھپا کر رکھنے کی ہدایت کرنی چاہیے۔ اور اس سے کہا جائے کہ وہ عمر کے اس حصہ میں اپنے جسم کو چھپانے کے لیے ایک ایسا سیاہ رنگ کا لمبا، کھلا اور ساتر قسم کا لباس (بڑی چادر یا برقعہ) زیب تن کرے جو اس کی شرافت کا نگہبان اور اس کی شرم و حیا کا محافظ ہو، اور یہی وہ عظیم مقاصد ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم تمام مومن عورتوں کو حجاب کی پابندی اختیار کرنے کی دعوت ان الفاظ میں دے رہی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:



﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّزَوْجِكَ وَمَنْ آتَىكَ مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ مِّمَّا كَسَبَتْ خَيْرٌ لَّكَ وَأَوْلَىٰ لَكَ مِنْ آلِكَ ۚ فَاعْبُدْ اللَّهَ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [الأحزاب: ۵۹]

”اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں، اس سے بہت جلدان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر نہ ستائی جائیں گی، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے“ [سورہ احزاب: ۵۹]

اور اللہ تعالیٰ مومنہ عورتوں کو بے پردگی اور بے جا زیب و زینت کے اختیار کرنے سے روکتے ہوئے یوں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾ [الأحزاب: ۳۳]

”اور سابقہ دور جاہلیت کی سج دھج کے ساتھ ظاہر نہ ہوں“۔ [سورہ احزاب: ۳۳]

۲۔ لڑکی ہو یا لڑکا ہر ایک کو اس بات کی تلقین کرنی چاہیے کہ وہ اپنی جنس کے لیے بنا ہوا خاص لباس ہی استعمال کرے تاکہ وہ دوسری جنس کے افراد کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے محفوظ رہ سکے اس کے علاوہ بچوں کو اس بات کی بھی ہدایت کرنی چاہیے کہ وہ غیر مسلم قوموں کے ایجاد کردہ تنگ پتلون ایسے لباس، یونیفارم اور اخلاق باختہ فیشنوں سے اپنے آپ کو بچائیں، کیونکہ وہ لوگ جو اس قسم کے کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں ان کے لیے حدیث میں سخت وعید آئی ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

(لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ،  
وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت بھیجی جو عورتوں جیسا چال چلن اختیار کریں اور ان عورتوں پر لعنت بھیجی جو مردوں جیسا چال چلن اختیار کریں۔“ (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)

اور بخاری ہی کی دوسری روایت میں ہے: (لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجَّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخنث مردوں پر اور مردوں کی چال چلن اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی۔“

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں ارشاد فرماتے ہیں:

(مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ) (صحیح، رواہ أبوداود)

”یعنی جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے گا وہ ان ہی کا ایک فرد سمجھا جائے گا۔“ (حدیث صحیح ہے، اسے ابوداود نے روایت کیا ہے)

## اخلاق و آداب

۱۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہمیں بچے کو اس بات کا عادی بنانا چاہیے کہ وہ کسی چیز کو لینے، دینے، کھانے، پینے اور اسی طرح لکھائی کرتے ہوئے اور مہمان کی میزبانی کے فرائض ادا کرتے وقت اپنا دایاں ہاتھ استعمال کرے، اس کے علاوہ اس کو اس کی بھی ہدایت کرنی چاہیے کہ وہ ہر کام شروع کرتے وقت (بسم اللہ) ضرور پڑھا کرے اور خاص طور پر کھانا کھانے یا پانی وغیرہ پینے سے پہلے اس کا ضرور خیال رکھے، اور اس کو اس بات کی بھی تلقین کرنی چاہیے کہ وہ جب کھانا کھائے تو بیٹھ کر کھائے اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد (الحمد للہ) ضرور پڑھا کرے۔

۲۔ بچے کو نظافت و پاکیزگی کا عادی بنانا چاہیے، اس کو بتایا جائے کہ وہ باقاعدگی سے اپنے ناخن اتارا کرے، کھانا کھانے سے پہلے اور اس سے فارغ ہونے کے بعد اپنے ہاتھوں کو اچھی طرح دھویا کرے، اس کے علاوہ اس کو استنجا کرنے کی تعلیم بھی دی جائے اور یہ بات اس کے علم میں لائی جائے کہ جب وہ قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے تو ٹشو پیپر (Tissue Paper) یا پانی سے اچھی طرح صفائی کرے، کیونکہ اس طرح اس کی نماز بھی درست ہوگی اور کپڑے بھی ناپاک ہونے سے محفوظ رہیں گے۔

۳۔ ہمیں بچوں کو نصیحت بڑی نرمی کے ساتھ علیحدگی میں کرنی چاہیے اور کسی کو تاہی کی وجہ سے دوسروں کے سامنے ان کی سرزنش کر کے ان کو رسوا کرنے سے گریز کرنا

چاہیے، اور اگر کبھی کبھار وہ روکنے کے باوجود نافرمانی کے راستے پر چلنے سے باز نہ آئیں تو ان کے ساتھ ناراضگی کے اظہار کے لیے تین دن تک گفتگو کرنا چھوڑ دیں اور تین دن کی شرط اس لئے ہے کہ تین دن سے زیادہ ناراضگی شرعاً جائز نہیں ہے۔

۳۔ بچوں کو خاموشی کے ساتھ اذان سننے اور موذن کے ساتھ جواب میں انہی کلمات کو دہرانے کے لیے کہا جائے اور جب اذان ختم ہو جائے تو نبی کریم ﷺ پر درود و شریف پڑھنے کے بعد مندرجہ ذیل دعائے وسیلہ پڑھنے کی ہدایت کی جائے:

(اللَّهُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ) (رواه البخاري)

”اے اللہ! اس پوری پکار کے رب اور کھڑی ہونے والی نماز کے مالک! محمد ﷺ کو مقام وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور آپ کو (شفاعت کے) مقام محمود پر سرفراز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔“

۵۔ اگر ممکن ہو تو ہمیں ہر بچے کے لیے علیحدہ بستر کا انتظام کرنا چاہیے ورنہ ہر ایک کے لیے کم از کم علیحدہ لحاف تو ضرور ہونا چاہیے اور اگر گھر میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے علیحدہ علیحدہ کمروں کا بندوبست ہو جائے تو یہ بہت ہی بہتر ہوگا، یہ طریقہ کار یقیناً ان کے اخلاق کی درستگی اور ان کی صحت کی حفاظت کا ضامن ہوگا۔

۶۔ بچے کو اس بات کی عادت ڈالی جائے کہ راستے میں کسی گندی چیز کے پھینکنے سے باز رہے بلکہ اگر وہاں کوئی ایسی چیز ہو تو اس کو ہٹا دیا کرے۔

۷۔ غلط کار دوستوں کی رفاقت کے اثراتِ بد سے بچوں کو آگاہ کیا جانا چاہیے اور بازار اور گلیوں میں فضول کھڑے رہنے سے ان کو روکا جائے اور اس کے لیے ان کی کڑی نگرانی ہونی چاہیے۔

۸۔ جب بھی بچوں کے ساتھ آپ کا آمنہ سامنا ہو چاہے گھر کے اندر ہو یا سرراہ پر، یا کلاس روم میں۔۔۔ تو آپ ان کو مندرجہ ذیل الفاظ میں سلام کہیں (السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) یعنی تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی، اس کی رحمت اور اس کی برکات نازل ہوں۔

۹۔ بچے کو اس بات کی تلقین کررتے رہیے کہ وہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور اپنی کسی حرکت سے ان کا دل نہ دکھائے۔

۱۰۔ بچے کو ایسی عادت ڈالیں کہ وہ مہمان کی عزت و تکریم میں کوئی کسر نہ اٹھارکھے، اور اس کی خدمت و تواضع میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرے۔

## ترتیبِ جہاد

۱۔ جہاد کے نقطہ نگاہ سے اگر بچوں کی تربیت کرنا مقصود ہو تو گھر کے سربراہ کو تمام افراد خانہ کے ساتھ اور استاد کو اپنے شاگردوں کے ساتھ گاہے بگاہے مل بیٹھنے کا کوئی پروگرام ترتیب دیتے رہنا چاہیے جس میں وہ سیرتِ رسول ﷺ اور حیاتِ صحابہ کے موضوع پر لکھی ہوئی کسی کتاب کو تسلسل و باقاعدگی کے ساتھ پڑھا کریں۔ اس سے ان کو اس بات کا اندازہ لگانے میں رہنمائی حاصل ہوگی کہ نبی کریم ﷺ ایک بہادر اور نڈر سپہ سالار ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت اعلیٰ عسکری و قائدانہ صلاحیتوں کے مالک تھے، اور حضرات ابو بکر، عمر، عثمان، علی، معاویہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمارے علاقوں کو فتح کر کے ان پر اسلام کے علم کو سر بلند کیا اور ہمیں ان کی وجہ سے ہی ایمان و رشد کی دولت نصیب ہوئی۔ اس موقع پر جو بات ان کے ذہنوں میں اچھی طرح بٹھانی چاہیے وہ یہ ہے کہ ان صحابہ کرام کی کامرانی کا تمام تر انحصار صرف اس بات پر تھا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی ذات پر پختہ ایمان سے آباد اور جذبہ جہاد سے سرشار تھے۔ انہوں نے زندگی کے ہر شعبہ میں قرآن و سنت کو عملی طور پر نافذ کر رکھا تھا اور نہایت بلند پایہ اخلاق کے مالک تھے۔

۲۔ بچوں کی تربیت اس نہج پر ہونی چاہیے کہ وہ بڑے ہو کر بہادر بنیں۔ نیکی کو پھیلانے اور برائی کا قلع قمع کرنے کے لیے جدوجہد کرنے والے ہوں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ

کے خوف کے سوا ہر قسم کے خوف سے آزاد ہو جائیں، ایسی تربیت کے پیش نظر ضروری ہو گا کہ بچوں کو جھوٹے، خیالی اور بے سرو پاقصے، کہانیاں سنا سنا کر خوف زدہ کرنے سے سختی کے ساتھ احتراز کیا جائے۔

۳۔ دشمنانِ اسلام خاص کر صیہونی اُمتِ اسلامیہ پر جو مظالم ڈھا رہے ہیں اس کے خلاف بچوں کے دلوں میں انتقام کے جذبہ کو ابھارنا چاہیے اور ان کو یہ باور کرانا چاہیے کہ فلسطین و قدس شریف کی آزادی کے لیے اُمتِ اسلامیہ کی نگاہیں اپنے انہی نوجوانوں پر لگی ہوئی ہیں اور ایک دن آئے گا جب اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے کامیابی ہمارے ان نوجوانوں کے قدم چومے گی، لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائیں اور جہاد فی سبیل اللہ کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیں۔

۴۔ بچوں کے عام مطالعہ کے لیے ایسے کتابچے خرید کئے جائیں جو اسلامی تاریخ کے ان اہم واقعات و حوادث پر مشتمل ہوں جن کا پڑھنا بچوں کی اسلامی منہج پر تربیت کے حوالہ سے مفید و معاون ثابت ہو سکتا ہو۔ اس ضمن میں قرآنی قصص، سیرت طیبہ کے واقعات، مایہ ناز نڈر صحابہ کے حالاتِ زندگی اور قابلِ فخر بہادر مسلم قائدین کے کارناموں پر روشنی ڈالنے والی سلسلہ وار چھوٹی چھوٹی کتابیں بڑا اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ چنانچہ شمائلِ محمدی، اخلاقِ نبوی، ادبِ اسلامی اور ”عقیدہ کتاب و سنت کی روشنی میں“

اور اس قسم کی دیگر کتابوں کے مطالعہ سے بچوں کی تربیت کے ضمن میں بڑے دور رس نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

نوٹ:- یہ دونوں کتابیں فضیلۃ الشیخ محمد جمیل زینو حفظہ اللہ کی مشہور تصنیفات میں سے ہیں، اور یہ دونوں اردو ترجمہ کے ساتھ مضمون شہود پر آجکی ہیں اور یاد رہے کہ پہلی کتاب ”شمائل محمدی“ کے نام سے جامعہ تعلیم القرآن والحديث للبنات، گوجرانوالہ کی طرف سے چھپوا کر مفت تقسیم کی جاچکی ہے [مترجم]

## بچوں کے معاملے میں عدل و انصاف سے کام لینا

(عَنْ الثُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ تَصَدَّقَ عَلَيَّ أَبِي بِبَعْضِ مَالِهِ فَقَالَتْ أُمِّي عَمْرَةَ بِنْتُ رَوَاحَةَ لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهَدَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَ أَبِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُشْهَدَهُ عَلَى صَدَقَتِي فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَعَلْتَ هَذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ قَالَ لَا قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ وَاعْدِلُوا فِي أَوْلَادِكُمْ فَرَجَعَ أَبِي فَرَدَّ تِلْكَ الصَّدَقَةَ) (متفق عليه)

۱۔ نعمان بن بشیر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے اپنے مال کا کچھ حصہ عنایت کیا تو میری والدہ (عمیرہ بنت رواحہ) نے میرے والد سے کہا کہ مجھے تب تک خوشی نہ ہوگی جب تک کہ آپ اس پر رسول ﷺ کو گواہ نہیں بنا لیتے، تو میرے والد رسالت مآب ﷺ کے پاس اپنے مالی عطیہ پر گواہ بنانے کے لیے حاضر ہوئے۔ نبی رحمت ﷺ نے میرے والد سے پوچھا: کیا تم نے عطیہ دینے میں اپنے تمام بچوں کے



ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا ہے؟ میرے والد نے جواب دیا: نہیں، آپ نے فرمایا: ”اللہ کا خوف کھاؤ اور اپنے بچوں کے درمیان عدل و انصاف کے رویہ کو اپناؤ“۔ (بخاری و مسلم)

دوسری روایت میں اس طرح ہے:

(فَلَا تُشْهِدُنِي إِذَا، فَإِنِّي لَا أَشْهَدُ عَلَى جَوْرِ)۔ (أخرجه مسلم والنسائي)

رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: اگر معاملہ کی نوعیت ایسی ہی ہے تو پھر مجھے اس پر گواہ مت بناؤ، کیونکہ میں ظلم و زیادتی پر گواہ نہیں بنوں گا۔ (مسلم، نسائی)

۲۔ آپ اپنے بچوں کو جب عطیات سے نواز رہے ہوں یا ان کے نام وصیت کر رہے ہوں تو ہر حالت میں آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ ان کے درمیان عدل و انصاف کی فضا کو برقرار رکھنے کے لیے ان سب کے ساتھ مساویانہ اور غیر امتیازی سلوک کریں۔ اور ورثا میں سے کسی ایک وارث کو بھی اس کے حق سے محروم کرنے کی ہرگز کوشش نہ کریں، بلکہ آپ کو چاہیے کہ آپ وراثت کے باب میں خالقِ دو عالم کی اس تقسیم کو برضا و رغبت تسلیم کر لیں جس کے تحت اس نے ورثا کے مختلف حصص مقرر کر رکھے ہیں۔ اور اس بات کا خاص طور پر خیال رکھیں کہ آپ ذاتی پسند و ناپسند آپ کو کسی طور بھی حق کے راستے سے برگشتہ کرنے میں کامیاب نہ ہونے پائے۔ اور کسی وارث کے ساتھ آپ کی ذاتی دلچسپی اس حد تک بھی آپ کو متاثر نہ کر دے کہ آپ عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کی بجائے ظلم و زیادتی کی راہ اختیار کر بیٹھیں، کیونکہ

اگر آپ اس قسم کے جرم کے مرتکب ہوئے تو یقیناً آپ کا یہ طرزِ عمل اپنے آپ کو اپنے ہی ہاتھوں جہنم کی دھکتی ہوئی آگ میں جھونکنے کے مترادف ہو گا۔ ہمارے معاشرے میں کتنے ہی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو راہِ حق سے انحراف کر کے اپنی دولت اپنے بعض ورثاء کے نام تو کر بیٹھے لیکن اس کے نتیجے کے طور پر ورثاء کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف کینہ و بغض کی نہ بجھنے والی ایسی آگ بھڑک اٹھی جسے ٹھنڈا کرنے کے لیے انہیں مجبوراً عدالتوں کے چکر کاٹنے پڑے، جہاں انہوں نے انصاف کی تلاش میں افسران اور وکلاء پر اپنی دولت کا بلا در لُغ استعمال کیا، لیکن اس سعیِ لاحاصل کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اپنی رہی سہی دولت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔

### نوجوان طبقہ کے مسائل کا حل

اسلامی نقطہ نگاہ سے نوجوان نسل کو درپیش مسائل کی دلدل سے نکال کر جادہٴ حق پر لاکھڑا کرنے کا بہترین حل ان کو بروقت مناسب رشتہ ازدواج میں منسلک کر دینا ہے بشرطیکہ ان کو وہ تمام اسباب میسر آجائیں جن کو بروئے کار لا کر وہ شادی کے موقع پر حق مہر وغیرہ کی شکل میں اٹھنے والے اخراجات کو برداشت کرنے کے قائل ہو سکیں۔ اس سلسلہ میں ارشادِ نبوی ہے:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغْضُ لِلْبَصْرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ (متفق علیہ)

”اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جس کسی کو شادی کے اخراجات برداشت کرنے کی ہمت ہو اسے شادی کر لینا چاہیے، کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ نکاح آنکھوں میں شرم و حیا کے پیدا کرنے اور ستر کی صیانت و حفاظت کا اہم وسیلہ ہے، اور جو شخص شادی کے اخراجات برداشت کرنے کی ہمت نہ پارہا ہو اس کو چاہیے کہ وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ ان حالات میں اس کے لیے حیوانی خواہشات و جذبات پر قابو پانے کا بہترین ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔“

اور بعض لوگ محض تعلیمی سلسلہ کے منقطع ہو جانے کے خوف کے پیش نظر شادی کرنے میں تاخیر کر دیتے ہیں، حالانکہ شادی تعلیم کے جاری رکھنے میں قطعاً کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتی، کیونکہ اگر نوجوان کا تعلق کسی کھاتے پیتے گھرانے سے ہو گا اور اس کی جملہ ضرورتوں کو پورا کرنے کی ذمہ داری اس کے والد نے اٹھا رکھی ہوگی تو پھر بھلا اس صورت میں شادی تعلیم کے سلسلہ کو جاری رکھنے میں کیونکر رکاوٹ بن سکتی ہے۔ اسی طرح اگر وہ بذات خود صاحب حیثیت ہو یا اس کے برسر روزگار ہونے کی وجہ سے اسے معقول آمدنی حاصل ہو رہی ہو تو بھی شادی اس کی علمی ترقی کی راہ میں ہرگز حائل نہیں ہو سکتی۔

لہذا صاحب حیثیت اور خوش حال والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچے کے سن بلوغت کو پہنچتے ہی بلا تاخیر اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے اس کی شادی کر دیں، کیونکہ

اس کو شادی کے مقدّس اور ذمہ دارانہ بندھن میں باندھ کر اس کے اوقات کو مصروف کر دینا اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ بوجہ تجرّدِ فحاشی و بے حیائی کے اڈوں پر منہ کالا کر کے والدین کی نیک نامی، شرافت اور شہرت کو زمانے بھر میں داغ دار کر تا پھرے۔

پس ایسے والدین جن کے بچے سن بلوغت کو پہنچ جائیں اور وہ تو انگری و مالداروں کے باوجود ان کی شادی کی طرف دھیان نہیں دیتے وہ اس صورت میں صرف اپنے بچوں کے ساتھ ہی زیادتی کا ارتکاب نہیں کرتے بلکہ وہ اپنے آپ پر بھی ظلم ڈھانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔

اگر والدین کی یہ حالت ہو کہ وہ خوش حالی و فراخی کے باوجود بھی بچوں کی بروقت شادی کرنے سے صرف نظر کرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہوں تو اس صورت میں اگر بچوں کی طرف سے حسن طلب کے ساتھ والدین کی توجہ اس جانب مبذول کرادی جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ بشرطیکہ اظہار مقصد کے لیے نہایت شائستہ اور مہذب پیرایہ و انداز اختیار کیا جائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کا رویہ اختیار کرتے ہوئے ہر اس بات سے گریز کرنے کی کوشش کی جائے جو ان کے لیے دلی صدمہ اور ذہنی اذیت کا باعث بن سکتی ہو۔

اور یہ اصولی بات تو ہر شخص کو اپنے ذہن میں اچھی طرح جاگزیں کر لینی چاہیے کہ ربّ کائنات نے اس وقت تک کسی چیز کو حرام قرار نہیں دیا جب تک کہ اس کی جگہ کسی

دوسری چیز کو اس کے متبادل کے طور پر جائز قرار نہ دے دیا گیا ہو۔ مثال کے طور پر دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں سود کو ناجائز قرار دیا ہے وہاں اس کی جگہ اس کے متبادل کے طور پر تجارت کو جائز و مباح ٹھہرایا ہے۔ اسی طرح حیوانی جذبوں کی تسکین کے لیے اگر بدکاری کو ممنوع قرار دیا ہے تو اس کے لیے نکاح کے جائز ذریعہ کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہ نکاح ہی ہے جس میں نوجوان طبقہ کے اکثر و بیشتر مسائل کا حل پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

اور اگر کسی نوجوان کے لیے اس کی مالی کمزور پوزیشن کے باعث نکاح کرنا ممکن نہ رہے تو اس صورت میں اس کے مسئلہ کا حل درج ذیل ہے:

۱۔ احکام شریعت کی پابندی کے ساتھ روزے رکھنا۔

گزشتہ سطور میں گزرنے والی حدیث کے ٹکڑے (وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ)

”یعنی جو شخص نکاح کے اخراجات برداشت کرنے کی ہمت نہ پاتا ہو اس کو روزے رکھنے چاہئیں، کیونکہ روزہ اس کے حیوانی جذبات کو گھٹانے اور ان پر قابو پانے کا اہم ذریعہ ہے“ کی روشنی میں اسلامی قوانین و احکام کی پاسداری کے ساتھ روزے نہ صرف نوجوان طبقہ کے مسائل کا بہترین حل ثابت ہو سکتے ہیں بلکہ ان کی جوانی و صحت کی حفاظت کی ضمانت فراہم کرنے میں بھی بڑا فعال کردار ادا کر سکتے ہیں۔

اور روزہ صرف کھانے پینے والی چیزوں سے ہاتھ کو اٹھالینے اور ان کے استعمال سے رُک جانے کا ہی نام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرام کی گئی تمام چیزوں کی جانب نگاہ تک بھی اٹھا کر دیکھنے سے احتراز برتنا، اجنبی عورتوں کے ساتھ اختلاط و میل جول سے پرہیز کرنا، حیوانی جذبات میں ہلچل مچا دینے والی فلموں کے دیکھنے سے اپنی نگاہوں کو بچانا اور ٹی وی وغیرہ پر پیش کیے جانے والے بہودہ و فحش قسم کے سلسلہ وار فیچرز اور جنسی ڈراموں سے لطف اندوز ہونے سے مکمل طور پر بچتے رہنا روزہ کے آداب میں شامل ہے۔

پس ہر نوجوان کو چاہیے کہ وہ اپنی نگاہوں کو اجنبی عورتوں کو دیکھنے سے بچائے، اور اس بات کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لے کہ صحت و تندرستی کا انحصار صرف اور صرف عفت و پاکدامنی کا راستہ اختیار کرنے میں ہے۔ اور وہ تمام مصائب و آلام جو انسانی زندگی کے لیے روگ کی شکل اختیار کرتے ہیں وہ اس وقت تک انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتے جب تک کہ وہ نفسانی خواہشات کی تکمیل اور حیوانی جذبات کی تسکین کے لیے اسلامی نقطہ نگاہ کے مطابق جائز ذریعہ کو اختیار نہیں کرتا۔ اسلام نے اس کے لیے جس ذریعہ کو جائز قرار دیا ہے وہ نکاح کا پاکیزہ و مقدّس بندھن ہے۔ جو عمدہ خصوصیات اور بہترین نتائج و اثرات کا حامل ہونے کے علاوہ نکاح کرنے والے کے لیے نیک نامی اور اچھی شہرت کی ضمانت بھی فراہم کرتا ہے۔

۲۔ ذہنی مصروفیت کے کاموں میں انہماک

علماء نفس کہتے ہیں کہ انسان میں فطری طور پر جو نفسانی خواہشات اور حیوانی جذبات پائے جاتے ہیں ان کو جس طرح بڑھانا ممکن ہے اسی طرح ان کو گھٹانا اور ان پر قابو پانا بھی ممکن ہے۔

مذکورہ قول کی روشنی میں یہ کہنا درست ہو گا کہ اگر بعض ذرائع انسان میں ودیعت کئے گئے فطری حیوانی جذبوں کو ابھارنے اور اکسانے کا کام دیتے ہیں تو بعض دوسرے وسائل ایسے بھی ہیں جو ان پر قابو پانے میں مدد دیتے ہیں۔ ان مختلف اسباب و وسائل میں سے انسان کا ذہنی طور پر مصروف رہ کر اپنے آپ کو اس قسم کی سوچوں سے بلند و بالا کر لیتا ہے۔ مثال کے طور پر پابندیِ صوم و صلوة، تلاوتِ قرآن حکیم اور مطالعہ حدیث و سیرت رسول ﷺ ایسی چیزیں ہیں جو نفس کو حیوانی جذبات کی اتھاہ گہرائیوں سے اٹھا کر روحانیت کے اعلیٰ مدارج تک پہنچانے کے سلسلے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ اسی طرح کاروباری مصروفیت، تحقیقی و علمی کاموں میں بے پناہ محویت، ذی روح اشیاء کے بغیر نہروں، درختوں اور پہاڑوں کے خوبصورت و دل فریب مناظر کی تصویر کشی و رنگ سازی اور ہلکے پھلکے ترنم خیز نعمات سے دل کا بہلانا بھی مقصد کے حصول میں خاطر خواہ مدد دے سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے مفید و کارآمد ذاتی دلچسپی کے کام ہیں جن کے ذریعہ فارغ التحصیلات کو مصروف کر کے حیوانی جذبات کی منہ زوری اور سرکشی کو مات دیا جاسکتا ہے۔

### ۳۔ جسمانی مشقت کے کاموں میں دلچسپی

اس کا مقصد اپنے آپ کو جسمانی مشقت کے مختلف کاموں میں مصروف رکھ کر ذہنی بگاڑ کی اصلاح کرنا ہے، کیونکہ جسم کی بناوٹ اور اس کے ڈیل ڈول کی بہترین ساخت پر خصوصی توجہ دینا، اسکاوٹ گروپوں کی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اور غیر مخلوط ادبی مجالس و محافل میں عملی طور پر شرکت وغیرہ ایسے کام ہیں جو نوجوان طبقہ کے ذہن کو نہ صرف حیوانی جذبوں کی سوچ سے پاک کرتے ہیں بلکہ انہیں حرام کاری کے ارتکاب سے محفوظ رکھ کر جسمانی، مذہبی اور اخلاقی اعتبار سے پہنچنے والے نقصانات سے بھی بچاتے ہیں۔

لہذا جب بھی کوئی نوجوان اپنے ذہن کے کسی گوشہ میں حیوانی جذبہ کو ابھرتا ہوا محسوس کرے تو اسے اپنے آپ کو جسمانی مشقت کے کسی کام میں لگا کر اپنی خداداد صلاحیتوں اور قوائے جسمانی کے کھپانے کے لیے کسی صحیح مصرف کا انتخاب کرنا چاہیے۔ اس غرض کے لیے تیز لمبی دوڑ، ویٹ لفٹنگ، زور آزمائی، گھوڑ دوڑ، نیزہ بازی، تیراکی اور علمی و ذہنی آزمائش کے مقابلوں وغیرہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا حیوانی جذبوں کو گھٹانے اور ان میں خاطر خواہ حد تک کمی کرنے کے سلسلہ میں نہایت ہی مفید و ثمر آور ثابت ہو سکتا ہے۔

۴۔ کتبِ دینیہ کا مطالعہ



ایسی کتابیں جو نوجوان نسل کے بگاڑ کو سنوارنے اور ان کے افکار و خیالات میں مثبت تبدیلی لانے کے لیے حیرت انگیز طور پر اپنا اثر رکھتی ہیں ان میں قرآن پاک اور کتب حدیث و کتب تفسیر سرفہرست ہیں۔ اس لیے اگر قرآن پاک کی کثرت کے ساتھ تلاوت کی جائے اور کتب حدیث و تفسیر کو مسلسل زیر مطالعہ رکھا جائے تو اس سے بڑے دور رس نتائج کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر قرآن کے بعض اجزایا اس کی چند سورتوں کو حفظ کر لینے کے ساتھ ساتھ احادیثِ نبویہ کے ایک مجموعہ کو بھی زبانی یاد کر لیا جائے تو اس سے مزید بہتر فوائد حاصل ہونے کی توقع کی جاسکتی ہے۔

اسی طرح سیرتِ نبوی، تاریخِ خلفائے راشدین اور عظیم مسلم اسکالرز کی سوانحِ حیات پر لکھی گئی کتابوں سے استفادہ کرنا بھی موجودہ صورت میں مفید مطلب ہو سکتا ہے۔ ریڈیو و ٹیپ ریکارڈ وغیرہ کے ذریعہ قرآن پاک کی تلاوت کی سماعت اور دینی و علمی موضوعات پر مبنی لیکچرز سے استفادہ بھی نوجوان طبقہ کے فکر و عمل کے درمیان مثبت رابطہ پیدا کرنے میں بنیادی واہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

### خلاصہ کلام

پچھلی سطور میں جس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نوجوان طبقہ کی بے راہ روی اور ان کی ابتری کا بہترین حل تو بہر حال ان کی بروقت شادی ہی ہے، لیکن اگر کسی کے لیے اس کے خاص حالات کے پیش نظر شادی کرنا ممکن نہ رہے تو اس کے لیے

احکام شریعت کے مطابق روزے رکھنا، ذہنی و فکری مصروفیات کے کاموں میں دلچسپی اور جسمانی مشقت کے کاموں کی طرف رغبت و میلان ایسی چیزیں ہیں جو حیوانی جذبات پر قابو پانے میں نہایت معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح ذہنی، فکری، علمی، اصلاحی اور تربیتی کتابوں کے ساتھ شغف اور ان کا کثرت کے ساتھ مطالعہ بھی انسان کے لیے ذہنی پر اگندگی سے چھٹکارا حاصل کرنے کا بہت اہم ذریعہ ہے۔ کیونکہ علم سے انسان کو وہ روشنی میسر آتی ہے جس سے اس کا قلب منور اور ذہن پرسکون ہو جاتا ہے۔ اور علم ہی وہ طاقت ہے جو انسان کو عزم و ہمت کا پہاڑ بنا دیتی ہے۔ چونکہ علم سراسر فائدہ ہی فائدہ ہے جس سے کسی صورت بھی کسی قسم کے نقصان کے پہنچنے کا کوئی احتمال نہیں ہے اس لئے اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیے۔

علاوہ ازیں محرمات سے اجتناب اور نگاہوں کی حفاظت کے بھی انسان کے دل و دماغ پر بڑے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں، اس لئے اس جانب بھی خصوصی توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے۔

مندرجہ بالا احتیاطی تدابیر کو اختیار کرنے کے علاوہ بارگاہِ الہی میں نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ دست بدعا بھی رہنا چاہیے تاکہ اللہ رب العزت اپنی کمالِ شفقت و مہربانی سے اسلامی نکاح کے راستہ میں غیر اسلامی رسومات کے رواج پاجانے کی وجہ سے

حائل ہو جانے والی ہر تمام قسم کی مشکلات کو دور فرما کر نوجوان طبقہ کو درپیش مسائل سے نجات دلائے۔

### بارگاہِ الہی میں شرف قبولیت پانے والی دُعا

رسالت مآب ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے رات کو بیدار ہو کر مندرجہ ذیل کلمات کہے:

(لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي أَوْ دَعَا اسْتُجِيبَ لَهُ، فَإِنْ تَوَضَّأَ وَصَلَّى قَبِلَتْ صَلَاتُهُ)

”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کی بادشاہت ہے۔ اور اسی کی تعریف ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ پاک ہے، اور ہر تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، اور اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے، اور اللہ بہت بڑا ہے، اور اللہ کی مدد کے بغیر نہ کسی کو گناہوں سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی ہمت، پھر اس کے بعد جب وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلا کر کہتا ہے کہ: بار الہی میری خطاؤں کو معاف فرمادے، یا کسی اور دعا کے لیے عرض گزار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر دعا کو شرف

قبولیت سے نوازتا ہے۔ اور اگر وہ اس وقت وضو کر کے نماز بھی ادا کرے تو اس کی نماز کو بھی قبول کر لیا جاتا ہے۔“ (صحیح بخاری)

## خاندانی منصوبہ بندی اور اس کے نقصانات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۗ وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ  
ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا﴾ [الكهف: ۴۶]

”مال اور اولاد تو صرف دنیاوی زندگی کی ہی رونق ہیں۔“ [سورہ کہف: ۴۶]

مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں، ان سے ہرچند کہ دنیاوی زندگی کو ہنگامی زیبائش اور عارضی حسن ہی حاصل ہوتا ہے لیکن پھر بھی انسان ان کے حصول کے لیے بھرپور جدوجہد میں مصروف رہتا ہے۔ کیونکہ ان کے حاصل کرنے کی فطری خواہش انسان میں بنیادی طور پر ودیعت کر دی گئی ہے۔ البتہ شیطان وصف انسانوں نے بعض لوگوں کو فطرت کی اس راہ سے بہکانے کی کوشش میں ان دونوں چیزوں (مال، اولاد) میں بچوں کی تعداد کو محدود کر دینے کا مشورہ دیا ہے۔ لیکن اس سلسلہ کا حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ ان لوگوں نے بچوں کی تعداد کو محدود کرنے کا تو مشورہ دے تو دیا ہے لیکن مال و دولت کو محدود انداز میں حاصل کرنے اور کمانے کا فلسفہ ظاہر کرنے کی زحمت نہیں کی، حالانکہ انصاف کے تقاضے کے مطابق ان دونوں چیزوں کو ایک ہی نقطہ نگاہ سے

دیکھا جانا چاہیے تھا۔ کیونکہ انسان کے دل میں مال و اولاد کے حصول کی خواہش یکساں طور پر بلا تمیز پائی جاتی ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ انسان کو دنیاوی زندگی یا اخروی زندگی میں جو بھی منفعتیں حاصل ہوتی ہیں ان کے حصول میں یہ دونوں چیزیں برابر کی شریک ہیں۔ رسالت مآب ﷺ کا ارشاد ہے:

(إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ : صَدَقَةٌ جَارِيَةٍ ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ) (رواہ مسلم)

”جب انسان کو موت آتی ہے تو ہر قسم کے عمل کا تعلق اس سے کٹ جاتا ہے، مگر تین قسم کے اعمال ایسے ہیں جن سے اس کو برابر ثواب پہنچتا رہتا ہے اور وہ یہ ہیں:

صدقہ جاریہ

وہ علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں

نیک اولاد جو اس کے لئے دعائے خیر کرتی رہے۔

۲۔ اسلام نے کثرتِ اولاد کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے ایسی عورت سے شادی کرنے کی رغبت دلائی ہے جو زیادہ بچوں کو پیدا کرنے کی اہلیت رکھتی ہو، چنانچہ سرور کائنات ﷺ کا ارشاد ہے:

(تَزَوَّجُوا الْوُدُودَ الْوُلُودَ، فَإِنِّي مُكَافِّرٌ بِكُمْ الْأُمَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) (صحیح إرواء الغلیل: ۱۷۸۴)

”ایسی عورتوں سے شادی کرو جو زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچوں کو جنم دینے کی اہلیت رکھنے والی ہوں، پس بے شک میں قیامت کے روز تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری قوموں پر فخر کروں گا۔“ (دیکھئے: صحیح إرواء الغلیل: ۱۷۸۴)

۲۔ اسلام خاندانی منصوبہ بندی کی اجازت عورت کو صرف ایسی بیماری کی صورت میں دیتا ہے جس میں کسی صحیح العقیدہ مسلمان طبیب کی رائے کے مطابق خاندانی منصوبہ بندی کے اصولوں پر عمل کرنا ضروری ہو جائے۔ وگرنہ اس کے علاوہ مالی وسائل کی کمی اور بھوک و افلاس کی زیادتی ایسے جتنے بھی مصنوعی بہانے تراشے جاتے ہیں ان کو بنیاد بنا کر خاندانی منصوبہ بندی کے اصولوں پر عمل کرنا شرعاً ناجائز ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ﴾ [البقرة: ۲۶۸]

”شیطان تمہیں فقر و تنگدستی سے ڈراتا ہے“ [سورہ بقرہ: ۲۶۸]

۳۔ دشمنان اسلام اگر ایک طرف مسلمانوں کو ان کے اپنے علاقوں میں نیچا دکھانے کی غرض سے ان کی آبادی کو روک کر انہیں اقلیت میں تبدیل کرنے کی مذموم جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں تو دوسری طرف وہ مسلمانوں پر اپنی فوقیت جتانے کی غرض سے اپنی

آبادی کے اضافے کے لیے سر توڑ کوششوں میں بھی مصروفِ کار ہیں۔ اور ستم یہ ہے کہ یہ لوگ مصروفِ غیرہ میں خاندانی منصوبہ بندی کی پرفریب و پرکشش اصطلاح کو استعمال کر کے اپنے گھناؤنے ہتھکنڈوں میں کافی حد تک کامیابی بھی حاصل کر چکے ہیں۔

لیکن اس سلسلے کا قابلِ افسوس پہلو یہ ہے کہ دُکھی انسانیت کے یہ نام نہاد ہمدرد و غریب و افلاس کے مارے ہوؤں کی بھوک مٹانے اور اس پر قابو پانے کے لیے روٹی کی ایک ٹکلیا تک تو مہیا نہ کر سکے البتہ اپنے اسلام دشمن مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے خاص قسم کی دوائیاں Anti pregnancy medicine وافر مقدار میں مفت مہیا کر کے لوگوں کو ان کے استعمال کے ذریعہ خوشحالی و ترقی کی منازل سے ہمکنار ہونے کے سنہری باغ دکھا دکھا کر اپنی گھناؤنی سازشوں کو عملی جامہ پہنانے کے مذموم عزائم میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

لیکن اب سوال یہ ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کے پس پردہ مسلمانوں کے دین کے خلاف جن سازشوں کی منصوبہ بندی کار فرما ہے کیا ان سازشوں سے مسلمان بخوبی آگاہ ہو چکے ہیں؟

﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا﴾

[الفرقان: ۷۴]

”اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا“ [سورہ فرقان: ۷۴]

## نماز پڑھنے کی فضیلت اور چھوڑنے پر وعید

ارشادات باری ہے:

۱- ﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ﴾ [المعارج: ۳۴-۳۵]

”اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں، یہی لوگ جنتوں میں عزت و احترام کے ساتھ رہیں گے۔“ [سورہ معارج: ۳۴-۳۵]

۲- ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ۖ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ [العنکبوت: ۴۵]

”اور نماز کا اہتمام کرو، بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے“ [سورہ عنکبوت: ۴۵]

۳- ﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ﴾ [الماعون: ۴-۵]

”ان نمازیوں کے لئے افسوس (اور ویل نامی جہنم کی جگہ) ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں“ [سورہ ماعون: ۴-۵]



۴- ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾ [المؤمنون: ۱-۲]

”یقیناً کامیاب ہوئے وہ مومن جو اپنی نمازوں میں عجز و انکساری کو اختیار کرنے والے ہیں“ [سورہ مؤمنون: ۱-۲]

۵- ﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ ۖ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ عَذَابًا﴾ [مریم: ۵۹]

”پھر ان کے بعد ایسے جانشین پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کے پیچھے پڑ گئے، یہ لوگ عنقریب اپنی گمراہی و بے راہ روی کے انجام سے دوچار ہوں گے“ [سورہ مریم: ۵۹]

فرموداتِ نبوی ﷺ:

۱- (العَهْدَ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ) (صحیح ، رواہ أحمد وغیرہ)

ہم (مسلمانوں) اور ان (کفار و منافقین) کے درمیان معاہدہ نماز کا ہے، پس جس شخص نے نماز کو چھوڑ دیا اس نے کفر کے راستہ کو اختیار کر لیا۔ (یہ حدیث صحیح ہے، اسے احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے)

۲- (إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكَفْرِ تَرَكَ الصَّلَاةَ) (رواہ مسلم)

بندہ مومن اور اہل شرک و کفر کے درمیان فاصلہ صرف نماز کا ہے (صحیح مسلم)

۳۔ (أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ ، هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ ؟ قَالُوا : لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ ، قَالَ : فَذَلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ ، يَمْحُو اللَّهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا) (متفق علیہ)

آپ مجھے یہ بتائیں کہ اگر تم سے کسی شخص کے دروازے کے بالکل سامنے سے نہر گزرتی ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے بعد بھی اس کے جسم پر کوئی میل کچیل رہ جائے گی؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اس کے بعد تو میل کچیل ہرگز نہیں رہے گی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”بالکل اسی طرح جو آدمی پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان نمازوں کی وجہ سے اس کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔“ (متفق علیہ)

### وضو اور نماز کا صحیح طریقہ

سب سے پہلے آپ اپنی آستینوں کو کہنیوں تک چڑھائیں اور بسم اللہ پڑھیں، اس کے بعد:

۱۔ تین مرتبہ اپنے ہاتھوں کو دھوئیں، پھر تین مرتبہ کلی کرنے کے بعد تین مرتبہ ناک میں پانی چڑھائیں۔

۲۔ تین مرتبہ اپنے چہرے کو دھوئیں، اس کے بعد دائیں بازو کو پھر بائیں بازو کو کہنیوں تک تین تین مرتبہ دھوئیں۔

۳۔ کانوں سمیت اپنے سارے سر کا (ایک بار) مسح کریں۔

۴۔ (پھر) پہلے دائیں پیر کو پھر بائیں پیر کو ٹخنوں تک تین تین بار دھوئیں۔

## نماز

نمازِ فجر: فجر کی دو رکعت سنت اور دو رکعت فرض ہے۔

۱۔ یاد رکھئے کہ نیت کا تعلق صرف دل سے ہے۔

۲۔ سب سے پہلے قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہو جائیں اور پھر اپنے ہاتھوں کو کانوں تک لے جا کر ”اللہ اکبر“ کہیں۔

۳۔ سینے پر اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر یہ کلمات پڑھیں:

(سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ)

پاک ہے تو اے اللہ! اور تو ہی تعریف کے لائق ہے اور تیرا نام برکتوں والا ہے اور تیری شان بہت اونچی ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

(نوٹ) مندرجہ بالا کلمات کے علاوہ ان تمام کلمات کو ادا کرنا درست ہے جن کا ذکر حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔

**پہلی رکعت:**

(مندرجہ ذیل ثناء کے بعد) چپکے سے

(أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، مَا لِكِ یَوْمَ الدِّیْنِ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ، اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ، صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ، غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ، وَلَا الضَّالِّیْنَ. آمین)

”اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے، شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے، سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام کائنات کا پالنے والا ہے، نہایت رحم والا بہت مہربان، جزا کے دن کا مالک ہے، تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں، ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا، جن پر نہ تو تیرا غضب نازل ہو اور نہ ہی وہ گمراہ ہوئے، (دعا قبول فرما)۔

اس کے بعد مندرجہ ذیل سورت یا کوئی اور سورت پڑھیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، اللّٰهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ (سورہ اخلاص)

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے، بر ملا کہہ دو (اے پیغمبر ﷺ) وہ اللہ ایک ہی ہے، وہ اللہ سب سے بے نیاز ہے، سب اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا باپ نہیں ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اور نہ ہی اس کا کوئی کفو و ہمسر ہے۔

پھر اس کے بعد:

۱۔ اپنے ہاتھوں کو (کانوں تک) اٹھا کر تکبیر (اللہ اکبر) کہیے اور رکوع میں چلے جائیے اور اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ لیں اور تین بار (سبحان ربی العظیم) ”پاک ہے میرا رب بزرگ“ پڑھیں۔

۲۔ اب سیدھے کھڑے ہو جائیں اور اپنے ہاتھوں کو (کانوں تک) اٹھاتے ہوئے یہ کلمات ادا کریں (سمع اللہ لمن حمدہ، اللھم ربنا لک الحمد) ”سن لیا اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی تعریف کو جس نے اس کی حمد بیان کی، اے ہمارے رب تیرے لیے ہی تعریف ہے۔“

۳۔ تکبیر (اللہ اکبر) کہہ کہ سجدہ ریز ہو جائیں، اپنے ہاتھوں، گھٹنوں، پیشانی، ناک اور پیروں کی انگلیوں کو قبلہ رخ کر کے زمین پر رکھ دیں اور یہ تسبیح تین مرتبہ پڑھیں (سبحان ربی الاعلیٰ) ”پاک ہے میرا رب بہت بلند۔“

۴۔ اپنے سر کو سجدہ سے اٹھاتے ہوئے تکبیر (اللہ اکبر) کہیے اور اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ کر یہ دعا پڑھیں:

(رَبِّ اغْفِرْ لِي، وَارْحَمْنِي، وَاهْدِنِي، وَعَافِنِي، وَارْزُقْنِي) ”اے میرے رب مجھے معاف کر دے، اور مجھ پر رحم فرما، اور میری رہنمائی کر، اور مجھے صحت عطا فرما، اور مجھے رزق عنایت کر۔“

۵۔ تکبیر (اللہ اکبر) کہہ کر دوبارہ سجدہ کے لیے اپنی پیشانی زمین پر رکھ دیں اور تین مرتبہ تسبیح پڑھیں: (سبحان ربی الاعلیٰ) ”پاک ہے میرا رب بہت بلند“، اب آپ کی پہلی رکعت مکمل ہو گئی ہے۔

### دوسری رکعت:

۱۔ اب دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جائیں اور پہلی رکعت کی طرح آعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر سورہ فاتحہ پڑھیں۔ اس کے بعد کوئی چھوٹی سی سورت یا قرآن پاک کا جو بھی حصہ آپ کو یاد ہو اس کو پڑھیں۔

۲۔ پہلی رکعت کی طرح رکوع و سجدہ وغیرہ کریں، دوسرے سجدہ کے بعد آپ (تشہد کے لیے) بیٹھ جائیں اور بیٹھے ہی اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیاں اکٹھی کر لیں اور اسی ہاتھ کے انگوٹھے کے ساتھ ملی ہوئی انگلی (سبابہ) کو اٹھائیں اور اس کو حرکت دینے کے ساتھ مندرجہ ذیل کلمات پڑھتے جائیں:

(التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ)

(اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ)

”سب اذکار ووظائف اور سب عجز و نیاز اور سب صدقات و خیرات صرف اللہ کے لیے ہیں، اے نبی (ﷺ) آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور میں اقرار کرتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس (اللہ) کے بندے اور اس (اللہ) کے رسول ہیں۔“

الہی رحمت فرما جناب محمد (ﷺ) پر اور آپ کی آل پر جس طرح تو نے رحمت فرمائی ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کی آل پر، بے شک آپ تعریف کے لائق اور بزرگی والے ہیں۔ الہی برکت نازل فرما جناب محمد (ﷺ) اور آپ کی آل پر، جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم (علیہ السلام) اور آپ کی آل پر، بے شک تو تعریف کے لائق اور بزرگی والا ہے۔

۳۔ اب آپ مندرجہ ذیل دعا (یا کوئی اور دعا) پڑھیں:

(اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا  
وَالْمَمَاتِ ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ)

”اے اللہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں جہنم اور قبر کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے  
فتنہ سے اور مسیحِ دجال کے فتنہ کے شر سے۔“

۴۔ اب دائیں اور بائیں جانب منہ پھیرتے ہوئے:

السلام علیکم ورحمة اللہ ”سلام ہو تم پر اور اللہ کی رحمت ہو“ کہے۔

## نماز کے چیدہ چیدہ مسائل

۱۔ فرض نماز کی ادائیگی سے قبل جو سنتیں پڑھی جاتی ہیں ان کو ”السُّنَّةُ الْقَبْلِيَّةُ“  
کہتے ہیں اور ”السُّنَّةُ الْبَعْدِيَّةُ“ سے مراد وہ سنتیں ہیں جو فرض نماز کے بعد ادا کی جاتی  
ہیں۔

۲۔ نہایت سکون و اطمینان سے نماز ادا کریں اور ادھر ادھر دیکھنے کی بجائے اپنے سجدہ کی  
جگہ پر نگاہ جمائے رکھیں۔



۳۔ جب آپ امام کی قراءت کو سن رہے ہوں تو اس وقت آپ کو خاموشی اختیار کیے رکھنی چاہیے اور اگر امام کی قراءت کو آپ سن نہ پا رہے ہوں تو اس صورت میں آپ کو قراءت کرنا ہوگی۔

۴۔ جمعہ کی نماز کے فرض دور رکعت ہیں جن کو مسجد میں خطبہ کے بعد ہی ادا کیا جاتا ہے۔

۵۔ مغرب کی نماز کے فرض تین رکعت ہیں، پہلی دور رکعت تو آپ نمازِ فجر کی دونوں رکعتوں کی طرح ادا کریں گے البتہ جب آپ سارا (التحیات) یعنی تشهد (در سولہ) تک پڑھ لیں تو سلام پھیرنے کی بجائے کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے ہوئے تکبیر کہہ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ اس رکعت میں صرف سورت فاتحہ کے پڑھنے پر ہی اکتفا کریں۔ اس کے بعد فجر کی نماز کی طرح اپنی اس نماز کو مکمل کر کے دائیں اور بائیں جانب سلام پھیر دیں۔

۶۔ ظہر، عصر اور عشاء کی نمازوں میں سے نماز کے فرض کی تعداد چار چار رکعتیں ہیں۔ پہلی دور رکعت فجر کی دونوں رکعتوں کی طرح ادا کریں اور جب آپ (التحیات للہ) پڑھ چکیں تو سلام پھیرنے کی بجائے تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ اس کی تکمیل کے بعد یعنی دونوں سجدوں کے بعد چوتھی رکعت کے لیے پھر اٹھ کھڑے ہوں۔ ان دونوں رکعتوں میں صرف سورت فاتحہ ہی پڑھیں اور پھر بقیہ نماز کو سلام پھیرنے تک بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق مکمل کریں۔

۷۔ وتر کی نماز تین رکعتوں پر مشتمل ہے اس کو ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ پہلے دو رکعت نماز ادا کریں۔ سلام پھیرنے کے بعد فوراً اٹھ کر ایک رکعت علیحدہ سے ادا کر کے اس تیسری رکعت کی سلام پھیر دیں اور اگر آپ تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے مندرجہ ذیل دعا بھی پڑھ لیں تو یہ زیادہ بہتر اور افضل ہوگا۔

(اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَفِي شَرِّ مَا قَضَيْتَ، وَفِي شَرِّ مَا قَضَيْتَ، فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ، وَإِنَّهُ لَا يَذُلُّ مَنْ وَالَيْتَ، وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ، نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوبُ إِلَيْكَ، وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ)

الہی مجھے ہدایت یافتہ لوگوں میں ہدایت دے، اور جن کو تو نے عافیت بخشی ہے ان میں مجھے عافیت دے، اور میری کارسازی فرما ان میں جن کا تو کار ساز بنا، اور جو تو نے مجھے عطا فرمایا ہے اس میں برکت عنایت کر، اور جس تکلیف کو تو نے فیصلہ کر لیا ہے اس سے مجھے محفوظ فرما۔ اس لئے کہ تو فیصلہ فرماتا ہے اور تیرے فیصلے کے خلاف فیصلہ نہیں کیا جاتا، اور جس سے تو محبت رکھے وہ ذلیل و خوار ہونے سے بچ جاتا ہے، اور جس سے تیری دشمنی ہو وہ عزت نہیں پاتا۔ اے ہمارے رب! تو برکت والا ہے اور بلند و بالا ہے۔

۸۔ اگر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے لگیں تو کھڑے ہو کر تکبیر کہیں پھر امام جس حالت میں بھی ہو اس کے ساتھ مل جائیں۔ چاہے وہ رکوع کی حالت میں ہی کیوں نہ ہو

اور اس رکعت کو شمار کر لو بشرطیکہ تم امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پیشتر رکوع میں مل جاؤ، اور اگر امام تمہارے رکوع میں جانے سے پہلے رکوع سے سر اٹھالے تو پھر اس رکعت کو شمار نہ کرو<sup>(۳)</sup>، اس کے بعد امام کی اقتدا میں نماز ادا کرتے چلے جائیں۔

۹۔ اگر آپ امام کے ساتھ ایسی حالت میں ملے ہیں کہ آپ کی ایک رکعت یا اس سے کم و بیش نماز امام کے ساتھ ادا کرنے سے رہ گئی ہے تو ایسی صورت میں آپ امام کی اقتدا میں وہ نماز ادا کر لیں جو امام نے ابھی ادا کرنی ہے، لیکن جب امام سلام پھیرے تو اس کے ساتھ سلام پھیرنے کی بجائے کھڑے ہو جائیں اور بقیہ نماز کی تکمیل کر لیں۔

۱۰۔ نماز کو جلدی جلدی ادا کرنے سے احتراز کریں اس لئے کہ اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو جلدی جلدی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اس سے ارشاد فرمایا کہ: (ارجع فَاصِلٌ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ) یعنی تو نے جو پہلے نماز پڑھی ہے اس کی کوئی قیمت نہیں، لہذا واپس جاؤ اور دوبارہ نماز ادا کرو (دوسری مرتبہ بھی اس نے اسی طرح نماز پڑھی تو اس کو پھر نماز دہرانے کا حکم دیا گیا، پھر تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا تو) آخر کار تیسری دفعہ اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے نماز پڑھنا سیکھلا دیجئے، تو پھر آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ:

(۳) جمہور علماء کا مسلک تو یہی ہے، البتہ (بعض) علماء اہل حدیث کا فتویٰ مذکورہ صورت میں یہ ہے کہ مقتدی امام کے ساتھ شامل ہو جائے گا، لیکن رکوع میں ملنے کی صورت میں رکعت شمار نہیں ہوگی، کیونکہ نماز کی ہر رکعت کیلئے سورت فاتحہ کی قراءت ضروری ہے۔ (مترجم)۔

اَزْكَعَ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ اَرْفَعُ حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا، ثُمَّ اَسْجُدُ حَتَّى  
تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ اَرْفَعُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا) (متفق علیہ)

یعنی آپ پورے اطمینان کے ساتھ رکوع کریں، پھر رکوع سے اٹھ کر بالکل سیدھے  
کھڑے ہو جائیں، پھر اطمینان سے سجدہ کریں، پھر سجدہ سے اٹھیں اور مکمل اطمینان  
و سکون کے ساتھ بیٹھ جائیں۔

۱۱۔ اگر نماز ادا کرتے ہوئے بھول چوک میں آپ سے اس کا کوئی واجب چھوٹ جاتا ہے  
، مثال کے طور پر آپ پہلا تشهد ”التحیات“ بھول جاتے ہیں یا پڑھی ہوئی رکعتوں میں  
آپ کو کمی و بیشی کا شک گزرتا ہے تو اس صورت میں آپ کمی والے پہلو کو سامنے رکھ  
کر نماز کی تکمیل کریں اور تشهد کے آخر میں دو سجدے کر کے سلام پھیر دیں۔ آخر میں  
ادا کئے جانے والے سجدوں کو ”سجدہ سہو“ کہا جاتا ہے۔

۱۲۔ نماز کی ادائیگی کے دوران بے جا حرکتوں سے اجتناب کریں اس لئے کہ اس سے  
نماز کا خشوع و خضوع ختم ہو جاتا ہے اور اگر نماز میں اس قسم کی فضول حرکتیں کثرت  
سے کی جائیں تو اس سے نماز کے فاسد و باطل ہو جانے کا اندیشہ بھی ہوتا ہے۔

## نماز سے متعلق چند احادیث

۱- (صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي) (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

”نماز اس پر ہو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھتے ہو“۔ (صحیح بخاری)

۲- (إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رُكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ) (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

تم میں سے جب کوئی مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے۔ (اسی نماز کو تحیۃ المسجد کہتے ہیں)۔ (صحیح بخاری)

۳- (لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ، وَلَا تَصَلُّوا إِلَيْهَا) (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

قبروں کے اوپر مت بیٹھو اور ان کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھو۔ (صحیح مسلم)

۴- (إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ) (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

جب نماز کے لیے اقامت کہہ دی جائے تو پھر فرض نماز کے علاوہ دوسری کوئی نماز نہیں ہوتی۔ (صحیح مسلم)

۵- (أَمَرْتُ أَنْ لَا أَكُفَّ ثَوْبًا) (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

مجھے حکم ملا ہے کہ میں (نماز میں) کپڑوں کو اکٹھا نہ کروں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس سے مقصود نماز کی حالت میں آستینوں کو چڑھانے یا کسی دوسرے کپڑے کو اکٹھا کرنے سے روکنا ہے۔

(أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ وَتَرَاصُوا، وَفِي رَوَايَةٍ وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ، وَقَدَّمَهُ بِقَدَمِهِ) (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

اپنی صفوں کو سیدھا رکھو اور آپس میں مل جاؤ۔ دوسری روایت میں (صحابہ کے رسول ﷺ کے ارشاد پر عمل کے بارے میں) اس طرح ذکر آتا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے کے ساتھ اور اپنے پاؤں کو اپنے ساتھی کے پاؤں کے ساتھ ملا کر کھڑا ہوا کرتا تھا۔

(إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَسْعُونَ، وَلَكِنْ ائْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَمْشُونَ، وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأْتُوا) (متفق علیہ)

جب نماز کھڑی ہو جائے تو دوڑتے ہوئے اس کے ساتھ ملنے کی کوشش نہ کرو، بلکہ بڑے سکون کے ساتھ چلتے ہوئے آکر جماعت میں شامل ہو جاؤ۔ پس نماز سے جو حصہ مل جائے اس کو جماعت کے ساتھ ادا کر لو اور جو رہ جائے اس کی بعد میں تکمیل کر لو۔

۸- (ارْكَعْ حَتَّى تَظْمِنَ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْزُقْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَظْمِنَ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْزُقْ حَتَّى تَظْمِنَ جَالِسًا) (متفق علیہ)

یعنی آپ پورے اطمینان کے ساتھ رکوع کریں، پھر رکوع سے اٹھ کر بالکل سیدھے کھڑے ہو جائیں، پھر اطمینان سے سجدہ کریں، پھر سجدہ سے اٹھیں اور مکمل اطمینان و سکون کے ساتھ بیٹھ جائیں۔

۹۔ (إِذَا سَجَدْتَ فَصَغْ كَفَيْكَ وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ) (رواہ مُسْلِمٌ)

جب آپ سجدہ کریں تو اپنی ہتھیلیوں کو زمین پر رکھ لیں اور اپنی کہنیوں کو زمین سے اٹھا کر رکھیں۔

۱۰۔ (إِنِّي إِمَامُكُمْ ، فَلَا تَسْبِقُونِي بِالرُّكُوعِ ، وَلَا بِالسُّجُودِ) (رواہ مُسْلِمٌ)

”بے شک میں تمہارا امام ہوں، لہذا تم مجھ سے پہلے رکوع اور سجدہ کرنے کی کوشش نہ کرو“۔

۱۱۔ (أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلَاةُ، فَإِنْ صَلَحَتْ صَلَحَ لَهُ سَائِرُ عَمَلِهِ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سَائِرُ عَمَلِهِ) (رواہ الطبرانی والضياء، و صححہ الألبانی وغیرہ بشواہدہ)

”قیامت کے روز سب سے پہلے جس بات کا بندہ مومن سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے، پس اگر نماز کا معاملہ درست نکلا تو دوسرے تمام اعمال میں بھی اس کی کامیابی کے

امکانات روشن ہوں گے، لیکن اگر نماز کے حساب میں گڑبڑی ہوگئی تو اس کے دوسرے اعمال میں بھی اس کی خیر نہیں ہوگی۔

### نمازِ جمعہ اور نماز باجماعت کا وجوب

کتاب و سنت سے بیان کیے گئے مندرجہ ذیل دلائل کی روشنی میں مرد حضرات پر واجب ہے کہ وہ نمازِ جمعہ سمیت پنجگانہ نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کریں۔

۱- ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۗ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [الجمعة: ۹]

اے ایمان والو! جمعہ کے دن جب نماز کے لیے بلا یا جائے تو خرید و فروخت کو چھوڑ کر اللہ کے ذکر کے لیے دوڑ پڑو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔

۲۔ رسالت مآب ﷺ کا فرمان ہے:

(مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمُعٍ تَهَاوُنًا بِهَا، طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قَلْبِهِ) (صحیح، رواہ أحمد)

”جس شخص نے مسلسل تین جمعے عدم دلچسپی کی وجہ سے چھوڑ دیجئے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے دل پر مہر ثبت کر دیتا ہے۔“

۳۔ رسول ﷺ نے فرمایا:



لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَمُرَ فِتْيَتِي فَيَجْمَعُوا لِي حُزْمًا مِّنْ حَطَبٍ ، ثُمَّ آتِي قَوْمًا يُصَلُّونَ فِي بُيُوتِهِمْ لَيْسَتْ بِهِمْ عِلَّةٌ فَأُحَرِّقَهَا عَلَيْهِمْ) (رواه مسلم)

میرا دل چاہا کہ اپنے جوانوں سے کہدوں کہ وہ لکڑیوں کے چند گٹھڑ جمع کریں اور جو لوگ بلا وجہ اپنے گھروں میں نماز پڑھتے ہیں ان کے گھروں کو جلا کر رکھ کر دوں۔

۴۔ آقائے دو جہاں صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے:

(مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَأْتِ ، فَلَا صَلَاةَ لَهُ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ) (صحیح ، رواہ ابن ماجہ)

جو شخص اذان سن کر نماز کے لیے نہیں آتا اس کی بغیر عذر (خوف بیماری وغیرہ) کے کوئی نماز قبول نہیں ہوگی۔

۵۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس ایک نابینا آدمی آیا اور اس نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) میرے پاس کسی ایسے آدمی کا انتظام نہیں ہے جو اپنی رہنمائی میں مجھے مسجد تک لاسکے، لہذا آپ مجھے اجازت دے دیں کہ میں گھر میں ہی نماز ادا کر لیا کروں، آپ نے اس کو اجازت مرحمت فرمادی پھر جب وہ واپس جانے لگا تو اس کو بلا کر پوچھا:

( هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ ؟ ) قَالَ : نَعَمْ ، قَالَ : ( فَأَجِبْ ) ( رَوَاهُ مُسْلِمٌ )

یعنی کیا تو اذان کو سنتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ: ہاں، تو آپ نے فرمایا کہ: پھر تو تمہیں اذان کا جواب دینا ہوگا (یعنی مسجد میں آکر ہی نماز ادا کرنا ہوگی)۔

۶۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

(مَنْ اغْتَسَلَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَصَلَّى مَا قُدِّرَ لَهُ ، ثُمَّ أَنْصَتَ حَتَّى يَفْرَغَ مِنْ خُطْبَتِهِ ثُمَّ يُصَلِّيَ مَعَهُ غُفْرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى ، وَفَضْلُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ) (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

جو شخص غسل کر کے نمازِ جمعہ کے لیے آئے اور حسبِ توفیق نوافل ادا کرے اور پھر امام کے خطبہ سے فارغ ہونے تک خاموشی سے بیٹھا رہے اس کے بعد امام کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا کرے ایسے شخص کے اس جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک اور مزید تین دن تک کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

### میں جمعہ کا دن کیسے گزاروں گا

۱۔ جمعہ کے روز غسل کروں گا اور بڑھے ہوئے ناخنوں کو اتاروں گا اور وضو کرنے کے بعد صاف ستھرے کپڑے پہن کر خوشبو لگاؤں گا۔

۲۔ لہسن یا کچا پیاز کھانے سے احتراز کروں گا اور سگریٹ نوشی سے بھی پرہیز کروں گا۔ مزید برآں مسواک یا ٹوتھ پیسٹ سے دانتوں کی صفائی کا اہتمام کروں گا۔

۳۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی دو رکعت (تھیۃ المسجد) ادا کروں گا، چاہے اس وقت امام صاحب منبر پر خطبہ ہی دے رہے ہوں اور خطبہ کے دوران میری یہ دو رکعت نماز رسول ﷺ کے اس ارشاد کی تعمیل میں ہوگی جس میں آپ نے فرمایا ہے:

(إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيَرْكَعْ رَكَعَتَيْنِ وَلْيَتَجَوَّزْ فِيهِمَا) (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

یعنی جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کی نماز کے لیے ایسے وقت میں آئے کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو (بیٹھنے سے پہلے) ہلکی پھلکی دو رکعتیں ادا کرے۔

۴۔ ہر قسم کی گفتگو سے اجتناب کرتے ہوئے امام کے خطبہ کو سننے کے لیے بیٹھ جاؤں گا۔

۵۔ امام کی اقتدا میں جمعہ کی دو رکعت فرض نماز ادا کروں گا۔ (خیال رہے کہ نیت کا تعلق صرف دل کے ساتھ ہے)۔

۶۔ جمعہ کی دو فرض رکعت نماز کے بعد مسجد میں چار رکعت سنت نماز ادا کروں گا یا گھر پہنچ کر صرف دو رکعت سنت نماز پڑھوں گا اور حقیقت یہ ہے کہ گھر میں سنت نماز پڑھنا افضل ہے۔

۷۔ جمعہ کے دن کثرت کے ساتھ نبی ﷺ پر درود شریف پڑھنے کی کوشش کروں گا۔

۸۔ جمعہ کے روز مجھے اللہ سے خوب دعائیں کرنا ہوں گی۔ اس لئے کہ اس دن کی دعا اور اس کی قبولیت کے بارے میں رسالت مآب ﷺ کا ارشاد ہے:

(إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَا يُؤَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللَّهَ فِيهَا خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ) (متفق علیہ)

یعنی جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی ہے جس میں اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے کسی بھلائی کی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو شرفِ قبولیت بخش کر اس کو مطلوبہ چیز عنایت فرمادیتا ہے۔

## گانے بجانے کے متعلق شرعی حکم

۱۔ حق باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا﴾ [لقمان: ۶]

”اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو بے ہود اور فضول حکایتوں کو خریدتے ہیں تاکہ اللہ کے رستے سے بغیر علم کے گمراہ کریں اور ان آیات کا مذاق اڑائیں“ [سورہ لقمان: ۶]

جمہور مفسرین کا خیال ہے کہ آیت مذکورہ میں (لهو الحدیث) سے مراد گانا ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اس سے گانا ہی مراد لیا ہے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت گانے بجانے اور آلاتِ موسیقی کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

۲۔ شیطان نے جب آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا تو اس موقع پر رب العزت والجلال نے شیطان کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

﴿وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَعْطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ﴾ [الإسراء: ۶۴]

”ان میں سے تو جسے بھی اپنی آواز سے بہکا سکے بہکالے“ [سورہ اسراء: ۶۴]

یہاں آواز سے مراد گانے بجانے اور آلاتِ موسیقی ہیں۔

۳۔ سرور کائنات ﷺ کا ارشاد ہے:

(لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي قَوْمٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَّ وَالْحَرِيرَ، وَالْخَمْرَ وَالْمَعَارِفَ) (صحیح، رواہ البخاری، وأبو داود)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ: میری امت میں اسلام کے ایسے دعویدار بھی ہوں گے جو زنا کے ارتکاب، اصلی ریشم کے استعمال، شراب نوشی اور سماعِ موسیقی کو جائز خیال کریں گے، حالانکہ یہ چیزیں حرام ہیں۔

حدیث میں مذکور ”معارف“ سے ہر قسم کی وہ سُراور آواز مراد ہے جس کو سن کر آدمی جھوم اٹھتا ہے جیسے کہ سارنگی، بانسری، ڈھول، ڈگڈگی اور باجے وغیرہ کی آواز ہے، حتیٰ

کہ گھنٹی کی آواز بھی ان ہی آوازوں میں شامل ہے، اس لئے کہ گھنٹی کے بارے میں سرورِ دو عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

(الْجُرْسُ مَزَامِيرُ الشَّيْطَانِ) (رواہ مسلم)

یعنی گھنٹی شیطان کے آلاتِ موسیقی میں سے ہے۔

یہ حدیث گھنٹی کے اپنی آواز کی وجہ سے مکروہ ہونے پر دلالت کرتی ہے اور لوگ اس گھنٹی کو اپنے چوپایوں کی گردنوں کے ساتھ اس لئے باندھا کرتے تھے کہ یہ اپنی شکل و صورت میں نصاریٰ کی اس ناقوس کے ساتھ مشابہت رکھتی تھی جس کو وہ اپنی مذہبی رسوم کی ادائیگی کے موقع پر بجایا کرتے تھے۔ لیکن اگر آج اس کی ضرورت محسوس ہو تو اس گھنٹی کی بجائے (Bird Bell) سے کام لیا جاتا ہے۔

کتاب التّصاء میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ:

( الْغِنَاءُ لَهُوَ مَكْرُوهٌ، يَشْبَهُ الْبَاطِلَ ، وَمِنْ اسْتَكْثَرِ مِنْهُ فَهُوَ سَفِيهٌ تُرِدُّ شَهَادَتُهُ )  
گانا بجانا لطف اندوز ہونے والی ایسی مکروہ چیز ہے جو حرام کے بہت قریب ہے۔ کثرت کے ساتھ اس سے لگاؤ رکھنے والا انسان احمق و بے وقوف ہے اور ایسے شخص کی شہادت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

آج کل شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے موقع پر گائے جانے والے گیت، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر نشر کئے جانے والے گانے اکثر و بیشتر عشق و محبت، بوس و کنار، محبوب سے ملاقات، معشوق کے خدوخال کی رعنائی اور اس کے قد و قامت کی خوبصورتی کے تذکروں کے علاوہ جنسی (Sexual) باتوں سے بھرپور ہوتے ہیں۔ ایسے گانے نوجوانوں کے جذبات کو بھڑکانے اور ان میں ہیجانی کیفیت پیدا کرنے کا موجب بنتے ہیں اور پھر ان کو فحاشی و بے راہ روی کے راستہ پر ڈال کر ان کے اخلاق کا ستیاناس کر دیتے ہیں اور جب گلوکار اور گلوکارائیں (یہ ایسے لوگ ہیں جو اسٹیج اور فن کے نام پر لوگوں کے مالوں پر ڈاکے ڈالتے ہیں اور پھر حرام کی کمائی سے یورپ و دیگر ممالک میں بڑے بڑے بنگلے اور کاریں خرید کر پر تعیش زندگی بسر کرتے ہیں) آلات موسیقی کی دھنوں پر اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہیں تو اپنے اخلاق باختہ گیتوں اور جنسی فلموں کے ذریعہ قوم کے اخلاق کی بربادی کا مزید ذریعہ ثابت ہوتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ نوجوان طبقہ کی ایک کثیر تعداد ان لوگوں کے پھیلانے ہوئے فتنہ و فساد کے جال میں پھنس کر اللہ رب العزت کے علاوہ ان گلوکاروں کی محبت سے اپنے دل کی دنیا کو آباد کرنے کے درپے ہے۔ حد تو یہ ہے کہ ۱۹۶۷ عیسوی میں جب مسلمان فوج صیہونیوں کے ساتھ میدان کارزار میں نبرد آزماتی تھی، اس وقت ریڈیو اناؤنسر مسلمان فوجیوں کو بہادری و شجاعت کے جوہر دکھانے کی غرض سے مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے:

”آپ اپنے قدموں کو برابر بڑھاتے چلے جائیں اس لیے کہ تمہارے دلوں کو گرمانے اور ان میں جوش و جذبہ پیدا کرنے کے لیے فلان و فلاں گلوکار اور گلوکارہ تمہارے ہمراہ ہے اور جب تک یہودی مجرموں کا عبرت ناک شکست و ریخت استقبال نہیں کرتی تب تک آپ اپنی پیش قدمی جاری رکھیں۔“

حالانکہ بحیثیت مسلمان اس کو چاہیے تھا کہ وہ اپنے فوجیوں کو مخاطب کر کے اس طرح کہتا: ”دشمن کی طرف پیش قدمی جاری رکھو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ہر قسم کی تائید و نصرت کے ساتھ تمہاری مدد کو آن پہنچا ہے۔“

ایک گلوکارہ جو ہر ماہ مصر کے درالحکومت قاہرہ میں باقاعدگی سے ایک تقریب میں اپنے فن کا مظاہرہ کرتی تھی اس نے تو ۱۹۶۷ء کی جنگ سے پیشتر ہی اپنے مداحوں کو یہ مرثدہ سنا دیا تھا کہ اگر ہم (مصر) لڑائی جیت گئے تو وہ اپنا آئینہ پروگرام قاہرہ کی بجائے تل ابیب میں پیش کریں گی۔

لیکن دوسری جانب مسلمان قوم کے طرزِ عمل کے بالکل برعکس یہودیوں کی یہ حالت تھی کہ جنگ جیتنے کے بعد وہ (اپنے عقیدہ کے مطابق) اللہ تعالیٰ کے حضور تشکر کے جذبات لئے ہوئے دیوارِ گریہ کے پاس کھڑے اللہ تعالیٰ کا اس بات پر شکر ادا کرتے ہیں کہ اس کی تائید و نصرت سے وہ اس جنگ میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے ہیں۔



ظلم تو یہ ہے کہ وہ ترانے جن کو دین و مذہب کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ان میں بھی بہت سارے ترانے قابلِ اعتراض خیالات و افکار سے بھرپور ہوتے ہیں۔ ایک مذہبی ترانے کا مندرجہ ذیل شعر ملاحظہ فرمائیں کہ اس میں شاعر کیا کہہ رہا ہے:

وقیل: کلُّ نبیِّ عند رتبتہ \*\*\* ویا محمد، هذا العرشُ فاستلم

اور کہا جائے گا کہ: ہر نبی اپنے مقام ورتبہ پر کھڑا رہے

اور اے محمد! یہ رہا عرش آگے بڑھ کر اس کو تھام لو۔

شعر کا دوسرا مصرعہ تو صاف اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ اور بہتان ہے، یہ ایسی بات ہے جو حقیقت سے بالکل ہٹی ہوئی ہے۔

### گانے بجانے سے بچاؤ کا بہترین علاج

۱۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن وغیرہ پر نشر ہونے والے گیتوں کے سننے سے احتراز کیا جائے۔ خصوصاً انتہائی فحش اور سازوں کی دُھن پر گائے جانے والے گانوں کی سماعت سے سختی کے ساتھ پرہیز کی جانی چاہیے۔

۲۔ موسیقی اور گانے بجانے کے اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے سب سے مؤثر ہتھیار اللہ تعالیٰ کے ذکر اور قرآن پاک کی تلاوت سے اپنے آپ کو لیس رکھنا ہے اور اس

سلسلہ میں سورہ بقرہ اپنا ایک خاص اثر رکھتی ہے، سورہ بقرہ کی اس خصوصیت کو سرور کائنات ﷺ نے یوں بیان فرمایا ہے:

(إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْمَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ) (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

یعنی شیطان اُس گھر سے دُور دبا کر بھاگ نکلتا ہے جس میں سورہ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہو۔

قرآن حکیم کی خصوصیت کے بارے میں خالق کائنات کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾ [یونس: ۵۷]

”اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت، سینوں کی بیماریوں کا علاج اور مومنوں کے لیے ہدایت و رحمت آچکی ہے“۔ [سورہ یونس: ۵۷]

رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ، آپ کے روزِ مرہ کے معمولات زندگی پر گہری نگاہ اور صحابہ کرام کے حالات و واقعات سے متعلق واقفیت موسیقی و گانے بجانے سے بچاؤ کے لیے بہت مفید و کارآمد ذریعہ ثابت ہو سکتے ہیں۔

## شرعاً جائز گیت

۱۔ عید کے روز گیت گانا جائز ہے اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی گئی ہے:

دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّهَا، وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ تَضْرِبَانِ بَدْقَيْنِ - فِي رِوَايَةٍ عِنْدِي جَارِيَتَانِ تَغْنِيَانِ - فَأَنْتَهَرَهُمَا أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعُوهُنَّ، فَإِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا، وَإِنَّ عِيدَنَا هَذَا الْيَوْمَ (رواه البخاري)

رسول اللہ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے اور ان کے پاس اس وقت چھوٹی چھوٹی دو بچیاں گیت گارہی تھیں، ان کو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹا ڈپٹا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”اے ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کو رہنے دو، بلاشبہ ہر قوم کے لیے کوئی نہ کوئی دن خوشی منانے کے لیے مقرر ہوتا ہے اور آج کا دن ہمارے لیے خوشی و مسرت کے اظہار کا دن ہے۔“

۲۔ شادی بیاہ کے موقع پر دُف بجا کر گیت گانا درست ہے، کیونکہ یہ لوگوں کو نکاح کی خبر دینے اور ان میں نکاح کی رغبت پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے:

(فَصَلَ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ ضَرْبُ الدُّفِّ، وَالصَّوْتُ فِي النَّكَّاحِ)  
(صحیح، رواہ احمد)

نکاح کے وقت دف بجا کر آواز بلند کرنا (گیت گانا) حلال اور حرام کے درمیان واضح فرق کی نشاندہی کرتا ہے۔

۳۔ کسی کام کی سرانجام دہی کے موقع پر ایسے اسلامی گیتوں کا اپنا بھی درست ہے جن سے کام کو چوق وچوبند ہو کر ادا کرنے میں مدد مل سکے اور اگر گیت کے اشعار دعائیہ کلمات پر مشتمل ہوں تو ایسے گیت کا گنگنا زیادہ مناسب و موزوں ہے۔

سرورِ دو عالم ﷺ خندق کی کھدائی میں کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کے لیے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اس شعر کو پڑھتے جاتے تھے:

اللَّهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)  
اے ہمارے رب! زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے پس آپ انصار و مہاجرین کو معاف کیجئے۔

اور پھر اس کے جواب میں انصار و مہاجرین بیک زبان یوں گویا ہوتے:

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدًا

ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے جناب محمد ﷺ کے ہاتھ پر اس لیے بیعت کی ہے کہ ہم جب تک زندہ رہیں گے اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہی رہیں گے۔

اور سرور کائنات ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر خندق کی کھدائی کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل اشعار کو بھی پڑھا کرتے تھے:

وَاللّٰهُ لَوْ لَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا  
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا  
فَأَنْزَلْنَ سَكِينَةً عَلَيْنَا  
وَتَبَّتِ الْأَقْدَامُ إِنْ لَا قَيْنَا  
إِنَّ الْأَوْلَىٰ قَدْ بَعَوْا عَلَيْنَا  
إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَيْنَا  
وَرَفَعَ بِهَا صَوْتُهُ :  
أَيْنَا أَيْنَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اللہ کی قسم اگر رب کی توفیق شامل حال نہ ہوتی تو ہم نہ تو ہدایت یافتہ ہوتے اور نہ ہی روزہ رکھتے اور نہ ہی نماز پڑھتے

اے اللہ! ہمیں اطمینان و سکون نصیب فرما اور اگر دشمنوں سے ڈبھیڑ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدم رکھنا۔

اور مشرکوں نے ہمارے اوپر بے پناہ ظلم و ستم ڈھائے ہیں، انہوں نے جب بھی ہمیں کسی فتنہ میں ڈالنا چاہا تو ہم نے ان کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا۔

اور آپ ﷺ ان اشعار کو پڑھتے ہوئے جب آخری شعر کے آخر میں (اَیْنَا) پر پہنچے تو اپنی آواز کو بلند کرتے اور اس طرح کہتے جاتے ”اَیْنَا۔۔۔ اَیْنَا“ یعنی ہم نے صاف انکار کر دیا، صاف انکار کر دیا۔

۴۔ ایسے تمام وہ گیت قابل ستائش ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر ہو جن میں آپ ﷺ سے محبت کے جذبات کا اظہار اور آپ کے شمائل کا تذکرہ ہو یا وہ گیت جو اللہ تعالیٰ کے رستے میں جہاد پر ابھارنے اور دشمن کے مقابلہ میں دلجمعی و ثبات قدمی کے ساتھ نبرد آزما ہونے اور اخلاقی اوصاف کی اصلاح و تقویت کا باعث ہوں، اور اسی طرح وہ تمام گیت بھی درست ہیں جو مسلمانوں کے درمیان محبت کے رشتہ کو قائم کرنے اور ایک دوسرے کا دست و بازو بننے کا درس دیتے ہوں، اور ایسے گیت بھی قابل تعریف ہیں جو اسلام کے محاسن اور اس کے بنیادی اصولوں کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ایسے مفید امور پر مشتمل ہوں جو اسلامی معاشرہ کے لیے دینی و اخلاقی اعتبار سے سود مند ثابت ہو سکتے ہوں۔

۵۔ عید و نکاح کے موقع پر عورتوں کو آلاتِ موسیقی میں سے صرف دُف بجانے کی شریعت میں اجازت دی گئی ہے، اور ذکر و اذکار کے موقع پر دُف کا استعمال نہ تو رسول ﷺ سے ثابت ہے، اور نہ ہی آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس کے استعمال کے آثار ملتے ہیں، البتہ صوفیاء نے اس کو اپنے لیے از خود شریعت کے نام پر جائز کر رکھا ہے،

بلکہ اس کے استعمال کو تو انہوں نے سنت کا درجہ دیا ہوا ہے حالانکہ یہ سراسر بدعت ہے۔ اور بدعت کے بارے میں رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

(إِيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ) (رواه الترمذی وقال: حسنٌ صحیحٌ)

یعنی دین میں نئی چیزیں گھڑنے سے باز رہو، اس لیے کہ دین میں ہر نئی چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

### تصویروں اور مجسموں کی شرعی حیثیت

مذہب اسلام بنی نوع انسان کی طرف جس پیغام کو لے کر آیا تھا وہ یہی تھا کہ تمام لوگ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے سوا بتوں، تصویروں اور مجسموں کی شکل میں پائے جانے والے جملہ اولیاء و صالحین کی پوجا پاٹ کو ترک کر دیں۔

اور یہ دعوت کوئی نئی نہیں ہے بلکہ جب سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت و رشد کے لیے انبیاء کی بعثت کا سلسلہ جاری فرمایا ہے تب سے یہ بات انبیاء کی دعوت کی بنیاد رہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الصَّاغُوتَ﴾ [

”اور تحقیق ہم نے ہر جماعت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت کی پرستش نہ کرو“ [سورہ نحل: ۳۶]

طاغوت سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کو اس کی رضا سے اللہ کے سوا معبود بنا لیا جائے۔ اور سورہ نوح (علیہ السلام) میں جن چند مجسموں کا ذکر ملتا ہے۔ وہ درحقیقت بعض نیک بندوں کے مجسمے تھے اس بات کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا وہ قول ہے جس کو امام بخاری نے مندرجہ ذیل آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَقَالُوا لَا تَدْرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا﴾ [نوح: ۲۳-۲۴]

”اور انہوں نے کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا، اور خصوصاً وُد، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو بھی ترک نہ کرنا، (اے میرے پروردگار!) انہوں نے خلق کثیر کو گمراہ کر ڈالا ہے“ [سورہ نوح: ۲۳-۲۴]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مذکورہ آیات کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

(هذه أسماء رجال صالحين من قوم نوح، فلما هلك أولئك أوحى الشيطان إلى قومهم، أن انصبوا إلى مجالسهم التي كانوا يجلسون فيها أنصاباً وسموها بأسمائهم، ففعلوا، ولم تُعبد، حتى إذا هلك أولئك ونسخ العلم عُبدت)



”اس آیت میں وارد اسماء قوم نوح کے بزرگ و صالح لوگوں کے نام ہیں۔ ان کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد شیطان نے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ یہ بزرگ لوگ جہاں جہاں بیٹھا کرتے تھے ان جگہوں پر ان کے مجسمے رکھ دیں اور ان مجسموں کو ان بزرگوں کے ناموں سے منسوب کر دیں، چنانچہ لوگوں نے شیطان کی اطاعت کرتے ہوئے اتنے کام پر ہی اکتفا کیا اور نتیجتاً یہ مجسمے پوجا پاٹ سے محفوظ رہے، لیکن جب یہ لوگ دنیا سے رخصت ہو گئے اور علم کے نقوش بھی مٹ گئے تو پھر ان مجسموں کی پوجا پاٹ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔“

اس واقعہ سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے ہٹا کر دوسروں کی عبادت کے غلط راستے پر ڈالنے میں قوم کے معروف و نامور لیڈروں کے مجسموں کا ایک بہت بڑا ہاتھ ہے۔

لوگوں کی ایک کثیر تعداد کی یہ سوچ ہے کہ موجودہ دور میں جبکہ تصویروں اور مجسموں کی عبادت کرنے کا رواج مفقود ہو چکا ہے تو ان حالات میں مجسموں کا تراشنا اور بالخصوص تصویر کشی کا دھندا ناجائز نہیں رہا۔ ان لوگوں کا یہ خیال کئی ایک وجوہ کی بنا پر ناقابل التفات ہے:

۱۔ حقیقت یہ ہے کہ عصر حاضر میں بھی تصویروں اور مجسموں کی پوجا کی جا رہی ہے۔ آپ دیکھئے کہ حضرت عیسیٰ اور آپ کی والدہ حضرت مریم (علیہما السلام) کی عبادت گرجا

خانوں میں کی جاتی ہے۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ عیسائی لوگ تو صلیب کے سامنے بھی عبادت کی غرض سے اپنی گردنوں کو جھکا لیتے ہیں۔

بازاروں میں حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم (علیہما السلام) کی تصویروں پر مشتمل دیدہ زیب سینریاں (Sceneries) بیش بہا قیمت پر فروخت کی جاتی ہیں جن کو گھروں میں لا کر عبادت و تعظیم کی غرض سے لٹکا دیا جاتا ہے۔

۲۔ ایسے ممالک جو مادی اعتبار سے ترقی یافتہ اور اخلاقی و روحانی لحاظ سے نہایت پسماندہ ہیں ان میں قومی لیڈروں کے نصب شدہ مجسموں کے سامنے سے گزرنے والوں کے سروں سے احتراماً ٹوپیاں اتر جاتی ہیں اور گردنیں جھک جاتی ہیں۔ اس کی واضح مثالوں میں امریکہ کے شہر واشنگٹن میں جارج، فرانس میں نابلیں، اور روس میں لینن اور سٹالن کے سڑکوں پر نصب شدہ مجسمے ہیں۔

اب ہمارے عرب ملکوں میں بھی مجسمے نصب کرنے کی بیماری اپنی جڑیں پکڑتی جا رہی ہے۔ چنانچہ بعض ممالک نے تو کافروں کی ریس میں اپنے ہاں سڑکوں پر مجسموں کو لاکھڑا کیا ہے اور جو عرب و مسلم ممالک مجسمے نصب کرنے کی اس دوڑ میں ابھی پیچھے ہیں ان کے ہاں اس کام کو مکمل کرنے کی تیاریاں جاری ہیں۔ حالانکہ ان کو چاہیے تھا کہ مجسموں کی تراش خراش اور ان کی تنصیب پر خرچ کیے جانے والے سرمایہ کو مدارس و مساجد کی تعمیر، ہسپتالوں کے قیام اور خدمتِ خلق کے لیے کام کرنے والی تنظیموں کی تشکیل پر

صرف کرتے، تو دولت کا یہ مصرف یقیناً زیادہ مفید اور سود مند ہو سکتا تھا، اور اس صورت میں ان رفاہی و فلاحی اداروں کو قومی لیڈروں کے ناموں کے ساتھ منسوب کر دیئے جانے میں تو قطعاً کوئی مضائقہ نہ ہوتا۔

۳۔ عرب ملکوں میں نصب شدہ ان مجسموں کی گرچہ آج کل عبادت تو نہیں کی جا رہی ہے لیکن خدشہ ہے کہ ایک زمانہ گزرنے کے بعد ایسا وقت آجائے گا جب ان کے سامنے بھی تعظیماً گردنیں جھکنے لگیں گی اور اس طرح پھر ان کی عبادت کا بھی سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اس قسم کے واقعات یورپ و ترکی میں رونما ہو چکے ہیں۔ اور ان سے پہلے سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کا حال بھی ایسا ہی رہا ہے، انہوں نے بھی پہلے پہل اپنے قومی لیڈروں کے مجسمے نصب کیے پھر ان کی تعظیم میں حد سے بڑھ کر ان کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔

۴۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مجسموں اور تصویروں کی بیخ کنی سے متعلق حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

(أَنْ لَا تَدْعَ تَمَثَالًا إِلَّا ظَمَسْتَهُ، وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَيْتَهُ) (رواہ مسلم)

”کسی بھی مجسمے کو مٹائے بغیر، اور کسی بھی اونچی قبر کو برابر کئے بغیر مت چھوڑنا۔“

ایک روایت میں نبی ﷺ کے ارشاد میں ان الفاظ کا اضافہ بھی ملتا ہے:

(وَلَا صُورَةً إِلَّا لَطَخْتَهَا) (صحیح، رواہ أحمد)

”یعنی جو تصویر بھی تمہیں نظر آئے اس کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دو۔“

### ایسی تصویریں اور مجسمے جو شرعاً جائز ہیں

۱۔ درخت، ستارے، چاند، سورج، پہاڑ، پتھر، سمندر، دریا، نہر اور خوبصورت و دلکش مناظر کی تصویر کشی یا ان کی مجسمہ سازی شرعاً جائز ہے۔

اسی طرح کعبہ شریف، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ و دیگر مساجد کی تصویر یا ان کے ماڈل بنانے کی صرف اس صورت میں اجازت ہوگی کہ یہ مقاماتِ مقدّسہ انسان و حیوان کی تصویروں سے بالکل خالی ہوں۔ اس کی دلیل حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا وہ قول ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ:

(إِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَاصْنَعِ الشَّجَرَ، وَمَا لَا نَفْسَ لَهُ) (رواہ البخاری)

یعنی اگر آپ کو کسی چیز کی تصویر کشی کرنے یا اس کا مجسمہ بنانے کا زیادہ ہی شوق ہو جائے تو اس مقصد کے لیے درخت یا ایسی چیز جو غیر جانبدار ہو اس کا انتخاب کرنا ہوگا۔

۲۔ قومی شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور گاڑی چلانے کے لائسنس کے علاوہ ہر وہ چیز جس پر تصویر کا استعمال ایک قانونی ضرورت ہے ایسی جگہ پر فوٹو کا استعمال درست ہے۔

۳۔ قاتل، چور، ڈاکو اور وہ تمام مجرم پیشہ لوگ جن کو قانون اپنی گرفت میں لے کر قانونی تقاضے پورے کرنا چاہتا ہے ان کی تصویر بنانا بھی قانونی ضرورت کے پیش نظر جائز ہے۔

اسی طرح مختلف علوم و فنون کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے بھی تصویر کشی کی اجازت ہے جیسا کہ علم طب میں انسانی ڈھانچے کا مکمل خاکہ اور اس کی تصویر انسانی جسم کی ساخت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔

۴۔ لڑکیوں کو چھتھروں کی مدد سے بنائی جانے والی چھوٹی چھوٹی بچیوں کی شکل میں پتلیاں بنانے کی بھی اجازت دی جاسکتی ہے، کیونکہ جب وہ ان کو نہلا ڈھلا کر صاف ستھرے کپڑے پہنائیں گی، ان کی نظافت کا خیال رکھیں گی، اور پھر ان کے سونے کا انتظام کریں گی تو اس سے ان کو مستقبل کی اپنی ذمہ داریوں سے واقف ہونے میں مدد ملے گی جب وہ ایک ماں کی شکل میں اپنے بچوں کی تربیت کر رہی ہوں گی۔ اس بات کی دلیل عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے جس میں آپ فرماتی ہیں:

(كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) (رواه البخاري)

یعنی میں نبی اکرم ﷺ کے پاس کپڑے کی بنی ہوئی لڑکیوں اور پتلیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔

لیکن اس کے ساتھ ایک بات کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے کہ بچوں کو غیر مسلم ممالک کے بنے ہوئے کھلونے لاکر نہیں دینے چاہئیں جن کا چہرہ کھلا ہوا ہو اور ان کے جسم کو بالکل معمولی سے لباس سے چھپانے کی کوشش کی گئی ہو، کیونکہ مسلمان بچی بازار سے خرید کی گئی گڑیا کے ایسے غیر اسلامی لباس سے متاثر ہو کر خود بھی ایسے ہی غیر اسلامی راستے پر چل نکلے گی جس سے معاشرہ پر بہت برے اثرات مرتب ہوں گے۔ اور یہ نقصانات اس عظیم نقصان کے علاوہ ہوں گے جو کھلونے خریدنے کی وجہ سے ہماری دولت کے غیر مسلم ممالک میں منتقل ہونے کی صورت میں رونما ہوں گے۔

### کیا سگریٹ نوشی ناجائز ہے؟

نبی اکرم ﷺ کے عہد میں سگریٹ کا وجود گرچہ نہیں پایا جاتا تھا لیکن اشیاء کی حرمت و حلت کے بارے میں اسلام نے جو عام اصول وضع فرمائے ہیں ان کی رو سے ہر وہ چیز حرام قرار پاتی ہے جو انسانی جسم کے لیے نقصان دہ ہو یا اس کے استعمال سے دوسرے انسان کو کسی قسم کے نقصان پہنچنے کا احتمال ہو یا وہ چیز بجائے خود دولت کے تلف اور مال کی بربادی کا باعث بن سکتی ہو۔

اس نقطہ نظر سے سگریٹ کے بارے میں شرعی حکم کو جاننے کے لیے مندرجہ ذیل دلائل پر غور فرمائیں:

ارشاداتِ ربانی:

۱- ﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ [لقمان: ۱۵۷]

”اور وہ (رسول) ان کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے“۔ [سورہ لقمان: ۱۵۷]

اور سگریٹ کا تعلق یقیناً بدبودار، ضرر رساں اور خبیث و ناپاک چیزوں کے ساتھ ہے۔

۲- ﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ [البقرہ: ۱۹۵]

”اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو تباہی و ہلاکت میں نہ ڈالو“ [سورہ بقرہ: ۱۹۵]

اور سگریٹ کا استعمال انسان کو کینسر اور ٹی بی جیسی مہلک بیماریوں میں مبتلا کر دینے کا باعث بنتا ہے۔

۳- ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ﴾ [النساء: ۲۹]

”اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو“ [سورہ نساء: ۲۹]

اور سگریٹ نوشی اپنے آپ کو آہستہ آہستہ موت کے منہ میں دینے کے مترادف ہے۔

۴- شراب نوشی اور جوئے بازی کے نقصانات کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿وَإِنَّهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا﴾ [البقرہ: ۲۱۹]

”اور ان کا گناہ ان کے نفع کی بہ نسبت بہت زیادہ ہے“ [سورہ بقرہ: ۲۱۹]

اور اسی طرح سگریٹ نوشی کا نقصان بھی اس کے فائدہ کی نسبت بہت زیادہ ہے، بلکہ یہ تو سر اسر نقصان ہی نقصان ہے

۵- ﴿وَلَا تُبَدِّرْ تَبَدِيرًا إِنَّ الْمُبَدِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ۗ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا﴾ [الإسراء: ۲۶-۲۷]

”اور بے جا فضول خرچی سے مال نہ اڑاؤ، یقیناً فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں“۔ [سورہ اسراء: ۲۶-۲۷]

چونکہ سگریٹ کا استعمال اسراف اور بے جا فضول خرچی ہے اس لیے یہ بھی شیطانی عمل ہی کا حصہ متصور ہو گا۔

فرموداتِ نبوی ﷺ:

۶- (لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ) (صحیح، رواہ أحمد)

یعنی اسلامی نقطہ نگاہ سے ہر ایسا کام ناجائز ٹھہرتا ہے جس کا نقصان اس کے کرنے والے کو خود اٹھانا پڑے یا اس کے مضر اثرات کسی دوسرے انسان پر اثر انداز ہو رہے ہوں۔

اور سگریٹ جہاں استعمال کرنے والے کی صحت کے لیے مضر اور ساتھ بیٹھے پڑوسی کے لیے تکلیف و ایذا کا باعث بنتا ہے، وہاں وہ مال و دولت کی تباہی و بربادی کا ذریعہ بھی بنتا

ہے۔



۷۔ (وَكْرَهُ اللَّهُ) لَكُمْ إِصَاعَةَ الْمَالِ (متفق علیہ)

”یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف سے مال کے ضیاع کو ناپسند قرار دیا ہے۔“

اور سگریٹ نوشی یقیناً اس شخص کے مال کی بربادی کا باعث ہے جو اس کو استعمال کرتا ہے اور یہ ایک ایسا کام ہے جسے اللہ رب العزت ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

### داڑھی بڑھانا ضروری ہے

۱۔ بنی نوع انسان کو راہِ راست سے دور رکھنے کے لیے شیطان نے اپنے جن ہتھکنڈوں کو چلانے کی دھمکی دی تھی ان میں سے ایک کے متعلق حق باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا مَرْنَهُمْ فَلْيَغْيِرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ﴾ [النساء: ۱۱۹]

”اور میں (شیطان) لوگوں کو حکم دوں گا پس وہ میرے کہنے پر الہی ساخت میں تبدیلی کریں گے“ [سورہ نساء: ۱۱۹]

اور داڑھی مونڈنا اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ چیز میں اس کی مرضی کے خلاف تبدیلی کرنا ہے جو سراسر شیطان کی اطاعت ہے۔

۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ [الحشر: ۷]

” اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ“ [سورہ حشر: ۷]

اور یہ حقیقت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے داڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہے۔ اور اس کے مونڈھنے سے روکا ہے۔

۳۔ رسالت مآب ﷺ کا فرمان ہے:

(جُزُوا الشَّوَارِبَ وَأَرْحُوا اللَّحْيَ خَالِفُوا الْمَجُوسَ) (رواہ مسلم)

یعنی غیر مسلم مجوسیوں کی مخالفت کرتے ہوئے مونچھوں کے جو بال ہونٹوں سے بڑھ جائیں ان کو کاٹ دو اور داڑھی کو خوب بڑھاؤ۔

۴۔ رسول ﷺ نے فرمایا ہے:

(عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْقَاءُ اللَّحْيَةِ وَالسَّوَاكُ وَالِاسْتِنْشَاقُ وَقَصُّ الْأَظْفَارِ... الخ) (رواہ مسلم)

”دس کام ایسے ہیں جو عین فطرت کے مطابق ہیں: مونچھوں کا کاٹنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں صفائی کی خاطر پانی چٹھانا، بڑھے ہوئے ناخنوں کو کاٹنا

-- الخ

اور اگر داڑھی کا بڑھانا ایک فطرتی امر ہے تو پھر اس کا مونڈنا حرام قرار پاتا ہے۔

(لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ) (رواه البخاري)

”رسول ﷺ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مثل بننے کی کوشش کرتے ہیں۔

اور داڑھی کا مونڈنا یقیناً عورتوں کے مشابہ ہونے کے مترادف ہے اور یہ کام اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کا باعث بنتا ہے۔

۶۔ وہ آدمی جنہوں نے اپنے بادشاہوں کے کہنے پر اپنی داڑھیوں کو منڈوا اور مونچھوں کو بڑھا رکھا تھا ان کو مخاطب کر کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

(... لِكَيْتِي أَمْرِنِي رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ أَنْ أَعْفِي لِحْيَتِي، وَأَنْ أَقْصَّ شَارِبِي) (حسن، رواه ابن جرير)

”یعنی میرے عزت والے اور بلند وبالارب نے تو مجھے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹوانے کا حکم دے رکھا ہے۔“

اور چونکہ داڑھی بڑھانے کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے دیا گیا ہے، لہذا اس پر عمل کرنا واجب و ضروری ہے۔

۔ (قُربِ قیامت کی یہ نشانی ہوگی کہ آدمی بیوی کا فرمانبردار اور ماں کا نافرمان ہوگا، اور اپنے باپ کو دور ہٹائے گا)۔

## والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا

اگر آپ دنیا و آخرت کی کامیابیوں اور کامرانیوں کو سمیٹنا چاہتے ہوں تو مندرجہ ذیل نصیحتوں کو پلے باندھ لیں اور ان پر سختی سے عمل کریں:

۱۔ اپنے والدین کو ادب و احترام سے مخاطب کریں اور اپنی زبان پر ان کے لیے اُف تک نہ لائیں اور نہ ہی ان کو جھڑک کر جواب دیں، بلکہ پیار بھرے نرم لہجہ کے ساتھ ان سے گفتگو کریں۔

۲۔ ہر وہ کام جس میں اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی نہیں ہے اس میں اپنے والدین کی ہمیشہ اطاعت و فرمانبرداری کرتے رہیں، کیونکہ یہ اصولی بات ہے کہ جس کام میں خالق کائنات کی نافرمانی ہونے کا اندیشہ ہو اس میں مخلوق میں سے کسی فرد کی بھی اطاعت جائز نہیں ہے۔

۳۔ والدین کے ساتھ لطف و پیار اور شفقت و محبت کا رویہ اختیار کریں، اور تیوری چڑھائے ہوئے ترش چہرہ کے ساتھ ان کے سامنے آنے سے اجتناب کریں، اور غصہ کی حالت میں ان کو تیز نظروں کے ساتھ گھور کر مت دیکھیں۔

۴۔ اپنے والدین کے مال، عزّت و آبرو اور ان کی شہرت و نیک نامی کے امین بنیں، اور ان کی اجازت کے بغیر کسی چیز کو ہاتھ تک نہ لگائیں۔

۵۔ والدین کے حکم کا انتظار کیے بغیر ہر وہ کام کر گزریں جس سے ان کو دلی مسرت حاصل ہوتی ہو، مثال کے طور پر ان کی خدمت کرنا، ان کی ضروریات زندگی کا خیال رکھنا اور طلبِ علم میں نہایت لگن کے ساتھ انتھک محنت کرنا۔

۶۔ ہر کام کی ابتدا سے پیشتر والدین سے مشورہ کریں، اگر کوئی کام کسی وجہ سے ان کی مرضی کے خلاف ہو جائے تو اس کے لیے ان سے معذرت کریں۔

۷۔ والدین جب تمہیں کسی کام کے لیے بلائیں تو مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ ”جی اباجی“ ”جی امی جان“ کہہ کر جواب دیں اور مٹی، ڈیڈی، پاپا اور ماما ایسے غیر مسلموں کے رائج کردہ الفاظ کے استعمال سے گریز کریں۔

۸۔ والدین کے عزیز واقارب اور دوست و احباب کا ادب، احترام ان کی زندگی میں اور ان کے دنیا سے کوچ کر جانے کے بعد بھی برابر بجالاتے رہیں۔

۹۔ والدین کے ساتھ جھگڑا و جدال سے اجتناب برتیں، اور کسی معاملہ میں بھی ان کو تصور وار ٹھہرانے کی بے سود کوشش نہ کریں، اور بڑے ادب کے ساتھ اپنے نقطہ نگاہ کو ان کے سامنے واضح کرنے کی کوشش کریں۔

۱۰۔ کسی کام میں اپنے والدین کا مقابلہ نہ کریں اور نہ ہی ان کے سامنے کڑک کر بولیں، بلکہ بڑے ادب کے ساتھ ان کی بات کو خاموشی سے سنیں، اور ان کے احترام کے پیش نظر اپنے بہن بھائیوں میں سے کسی کو پریشان اور تنگ نہ کریں۔

۱۱۔ والدین کی آمد پر اٹھ کر ان کا استقبال کریں، اور ان کے سر کو بوسہ دیں۔

۱۲۔ گھر کے کام کاج کی انجام دہی میں اپنی والدہ سے تعاون کریں، اور اسی طرح والد کا ہاتھ بٹانے میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

۱۳۔ کام چاہے کتنی اہمیت کا حامل کیوں نہ ہو والدین کی اجازت کے بغیر اس کی انجام دہی کے لیے سفر پر ہرگز نہ نکلیں، اور اگر ان کو بتائے بغیر کسی سفر پر جانا پڑے تو اس کے لیے فوراً ان سے معذرت طلب کریں، اور گھر سے دور ہونے کی صورت میں والدین کی خیریت دریافت کرنے کے لیے مسلسل ان سے رابطہ رکھیں۔

۱۴۔ والدین کی اجازت کے بغیر ان کی آرام گاہ میں نہ جائیں، اور اگر وہ سو رہے ہوں یا آرام کر رہے ہوں تو اس صورت میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھیں۔

۱۵۔ اگر آپ سگریٹ نوشی کے مرض میں مبتلا ہو چکے ہوں تو کم از کم ان کے سامنے سگریٹ نوشی سے پرہیز کریں۔

۱۶۔ والدین سے پہلے کسی چیز کو تناول نہ کریں اور معلومات و مشروبات میں سے بہتر اور اچھی چیز ان کی خدمت میں پیش کریں۔

۱۷۔ جھوٹی بات والدین کی طرف منسوب نہ کریں، اور اگر ان سے کوئی ایسا عمل سرزد ہو جائے جو تمہیں ناگوار گزرتا ہو تو اس پر انہیں برا بھلا نہ کہیں۔

۱۸۔ والدین کے مقابلہ میں بیوی بچوں کے ساتھ ترجیحی سلوک نہ کریں، زندگی کے ہر معاملہ میں ان کو خوش رکھنے کے لیے ان کی رضا جوئی کا پورا پورا خیال رکھیں، اس لیے کہ والدین کی رضا میں ہی خالق کائنات کی رضا ہے اور ان کی ناراضگی ہی دراصل اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنتی ہے۔

۱۹۔ اپنے بیٹھنے کے لیے والدین سے بہتر جگہ کا انتخاب نہ کریں، اور جب تک وہ بیٹھے رہیں تب تک ان کے سامنے فخریہ انداز میں ٹانگیں پھیلا کر بیٹھنے سے مکمل احتراز کریں۔

۲۰۔ آپ چاہے کتنے بڑے افسر ہی کیوں نہ ہو جائیں اپنے والدین کی طرف اپنی نسبت ظاہر کرتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں، اور ان کے احسانات کو ہرگز فراموش نہ کریں، اور اپنی کسی حرکت یا بات سے ان کی دل آزاری سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

۲۱۔ تمہارے لئے یہ بات یقیناً باعثِ شرم و ندامت ہوگی کہ تم اپنے والدین کے ساتھ ایسا کنجوسانہ رویہ اختیار کرو کہ وہ تمہارے ساتھ تمہاری ہی کنجوسی کا گلہ و شکوہ کرنے لگیں، اور یہ بات اچھی طرح اپنے ذہن میں بٹھالیں کہ اگر تم آج اپنے والدین کے ساتھ ایسا سلوک روارکھے ہوئے ہو تو کل تمہیں بھی اپنی اولاد سے ایسے ہی سلوک کی امید رکھنا ہوگی، کیونکہ یہ فطرت کا قانون ہے کہ جیسا کرو گے ویسا بھر و گے۔

۲۲۔ کثرت کے ساتھ والدین کی زیارت کو اپنا معمول بنالیں، اور ان کی خدمت میں زیادہ سے زیادہ تحائف پیش کیا کریں، اور تمہارے والدین تمہاری خاطر جن بے شمار مصائب و متاعب سے دوچار رہے ہیں اس پر ان کے ہمیشہ شکر گزار رہیں۔ اب تو ویسے بھی اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں جن مشکلات کا تمہیں سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس سے خوب اندازہ ہو گیا ہو کہ تمہارے والدین نے تمہارے لیے کیا کچھ کیا اور کیا کچھ جھیلا ہے۔

۲۳۔ لوگوں میں سے تیرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار تیری ماں ہے، پھر تیرا باپ، اور اس بات کو خوب اچھی طرح جان لو کہ جنت ماں کے پیروں تلے ہے (یعنی ماں کی خدمت سے جنت ملتی ہے)۔



۲۴۔ والدین کی نافرمانی سے بچو اور ان کی ناراضگی کو کسی قسمت پر مول نہ لیں، ورنہ دنیا و آخرت میں بد بخت و نامراد ہو جاؤ گے، اور یہ حقیقت ہے کہ جس قسم کا سلوک تم اپنے والدین سے روا رکھو گے ویسا ہی برتاؤ تمہارے بچے تمہارے ساتھ کریں گے۔

۲۵۔ والدین سے جب کسی چیز کا مطالبہ کرنا چاہیں تو نہایت ادب و احترام سے کریں اور اگر وہ تمہیں تمہاری مطلوبہ چیز عنایت کر دیں تو ان کا شکر ادا کریں۔ اگر وہ تمہارا مطالبہ پورا کرنے سے معذرت کریں تو ان کی معذرت کا پاس کریں اور مطالبات کی بھرمار سے ان کو پریشان خاطر کرنے کی بھی کوشش نہ کریں۔

۲۶۔ جب آپ روزی کمانے کے قابل ہو جائیں تو پھر کسی نہ کسی کسب کے ذریعہ اپنے والدین کا ہاتھ بٹائیں۔

۲۷۔ تمہارے والدین کے تمہارے ذمے یقیناً کچھ حقوق ہیں، اسی طرح تمہاری بیوی کی طرف سے بھی تمہارے اوپر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، لہذا تمہیں ہر ایک کے حقوق کو پوری ذمہ داری سے ادا کرنا ہو گا، اور اگر تمہارے والدین اور تمہاری بیوی کے درمیان کبھی کوئی اختلاف کی صورت پیدا ہو جائے تو اسے بڑے احسن طریقہ سے ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں، اور ہر ایک دوسرے کے علم میں لائے بغیر ہر دو جانب کی خدمت میں تحفہ و تحائف بھی پیش کرتے رہیں۔

۲۸۔ تمہارے والدین کے تمہاری بیوی کے ساتھ اختلاف کی صورت میں تمہیں ایک حکیم و دانا آدمی کا کردار ادا کرنا ہوگا، اور اگر تم محسوس کرو کہ حق کا پلڑا تمہاری بیوی کی جانب جھک رہا ہے تو اپنی بیوی پر اس بات کو دو ٹوک الفاظ میں واضح کر دیں کہ میں تمہارے حق پر ہونے کی وجہ سے تو یقیناً تمہارے ساتھ ہوں، لیکن میرے لئے اپنے والدین کو راضی رکھنا بھی ہر حال میں ضروری ہے۔

۲۹۔ اگر کسی لڑکی سے شادی کرنے یا اپنی بیوی کو طلاق دینے کے مسئلہ پر تمہارا اپنے والدین سے کوئی اختلاف ہو جائے تو ان حالات میں شریعتِ الہی پر اپنا فیصلہ چھوڑ دو، کیونکہ شریعتِ الہی اختلافات کو دور کرنے کے سلسلہ میں تم سب کی بہتر طور پر رہنمائی کر سکتی ہے۔

۳۰۔ بچوں کے حق میں والدین کی دعا ہو یا بددعا، دونوں ہی اللہ رب العزت کے ہاں بہت جلد شرفِ قبولیت حاصل کر لیتی ہیں، لہذا اپنے آپ کو ان کی بددعا سے ہر ممکن بچانے کی کوشش کریں۔

۳۱۔ عام لوگوں کے ساتھ بھی تمہیں ادب و احترام کے ساتھ ہی پیش آنا چاہیے، کیونکہ جو کوئی دوسروں کو برا بھلا کہے گا تو وہ بھی یقیناً جواب میں اس کو برا بھلا ہی کہیں گے۔  
پیارے نبی جناب محمد ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

(( مِنَ الْكِبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، وَهَلْ يَشْتُمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ ؟ قَالَ : ( ( نَعَمْ ، يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ ، فَيَسُبُّ أَبَاهُ ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ ، فَيَسُبُّ أُمَّهُ )) ( مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ))

”آدمی کا اپنے والدین کو گالی دینا بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے، صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آدمی اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے؟ فرمایا: ہاں، وہ اس طرح کہ جب وہ کسی دوسرے انسان کے باپ کو گالی دے گا تو وہ بھی جواب میں اس کے باپ کو گالی دے گا، اور جب وہ دوسرے آدمی کی ماں کو برا بھلا کہے گا تو وہ بھی جواب میں اس کی ماں کو برا بھلا ہی کہے گا۔“

۳۲۔ والدین سے ملاقات اور ان کی زیارت کا سلسلہ ان کی زندگی میں کبھی بھی منقطع نہ ہونے پائے، اور ان کے دنیا سے کوچ کر جانے کے بعد بھی ان کی قبر پر جا کر ان کے حق میں دعا کر کے اپنے اس معمول کو برقرار رکھیں، اور ان کی طرف سے باقاعدگی کے ساتھ صدقہ و خیرات بھی کرتے رہیں، اور ان کے حق میں اکثر یہ دعا کیا کریں:

(رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ، رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا)

”اے میرے رب! مجھے اور میرے والدین کو معاف کر دے، پروردگار میرے والدین کے حال پر اس طرح رحمت فرما جس طرح انہوں نے میرے بچپن کے زمانہ میں مجھے محبت و شفقت سے نوازا کر میری تربیت و پرورش کی۔“



## فہرست موضوعات



صفحہ	عنوان	رقم
1	ہدیہ	1
2	عرضِ ناشر	2
4	عرضِ مترجم	3
7	پیش لفظ	5
10	لقمان حکیم کی بیٹے کو نصیحتیں	6
20	آیات سے اہم مسائل کا استنباط	7
23	محسن انسانیت ﷺ کی بچوں کو نصیحتیں	8
28	حدیث سے ماخوذ چند اہم فوائد	9
30	ارکانِ اسلام	10
32	ارکانِ ایمان	11
33	حق تعالیٰ عرش پر بلند و فاتر ہے	12
36	نہایت دلچسپ واقعہ	13
37	حدیث سے ماخوذ اہم فوائد	14
40	رسول پاک ﷺ کی چند اہم ہدایات	15
44	والدین اور استاد کی ذمہ داری	16

46	تعلیم و تربیت کے بنیادی اصول	17
48	نماز کی تعلیم و تربیت	18
50	محرمات سے بچنے کی تلقین	19
54	حجاب و ستر پوشی	20
57	اخلاق و آداب	21
60	تربیتِ جہاد	22
62	بچوں کے معاملے میں عدل سے کام لینا	23
64	نوجوان طبقہ کے مسائل کا حل	24
73	شرفِ قبولیت پانے والی دعا	25
74	خاندانی منصوبہ بندی اور نقصانات	26
78	نماز کی فضیلت اور چھوڑنے پر وعید	27
80	وضو اور نماز کا صحیح طریقہ	28
81	نماز	29
86	نماز کے چیدہ چیدہ مسائل	30
91	نماز سے متعلق چند احادیث	31
94	نمازِ جمعہ و نماز باجماعت کا وجوب	32
96	میں جمعہ کا دن کیسے گزاروں گا	33

98	گانے بجانے کے متعلق شرعی حکم	34
101	دور حاضر کے گیت	35
103	گانے بجانے سے بچاؤ کا علاج	36
105	شرعاً جائز گیت	37
109	تصویروں و مجسموں کی شرعی حیثیت	38
114	شرعاً جائز تصویریں و مجسمے	39
116	کیا سگریٹ نوشی جائز ہے؟	40
119	داڑھی بڑھانا ضروری ہے	41
122	والدین کے ساتھ حسن سلوک	42
130 -132	فہرستِ موضوعات	43